وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

WEEKLY BADR QADIAN

ہفت روزہ بدر قادیان

جلد ۱۵ — شمارہ ۶

ایڈیٹر: محمد حفیظ بقاپوری
نائب ایڈیٹر: فیض احمد گجراتی

شرح چندہ
سالانہ -/۷ روپے
ششماہی -/۴ "
ممالک غیر -/۸ "
فی پرچہ: ۱۵ نئے پیسے

۱۰ تبلیغ ۱۳۴۵ ہش — ۱۸ شوال ۱۳۸۵ھ — ۱۰ فروری ۱۹۶۶ء

اخبار احمدیہ

قادیان ۸ فروری۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ اور خاندان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دیگر افراد کی اطلاع نہیں مل سکی۔ احباب دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کو اور سب کا سایہ جماعت کے سروں پر تادیر سلامت رکھے۔ آمین

قادیان ۸ فروری۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ الحمد للہ۔

۸ فروری۔ جناب پرنسپل صاحب گورنمنٹ کالج ... ضلع ... پر کالج میں تقریر کے لئے کل صبح محترم صاحبزادہ صاحب بذریعہ کار ... اس موقعہ پر مکرم چوہدری مبارک علی صاحب ایڈیشنل ناظر امور عامہ ... صاحب فاضل مدرس مدرسہ احمدیہ نے بھی اسلام کے بنیادی اصول ... کیں جنہیں حاضرین نے خاص دلچسپی اور توجہ سے سنا۔ اللہ تعالیٰ ... فرمائے۔ آمین

مصلح موعودؓ کی نسبت ایک عظیم الشان پیشگوئی

۱۸۸۶ء کے شروع میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بامر الٰہی ہوشیارپور تشریف لے گئے۔ اس جگہ حضور نے اسلام کی ترقی اور روحانی غلبہ کے لئے دعائیں کیں۔ یہ دعائیں بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوئیں اور حضورؑ کو ایک ایسے عظیم القدر فرزند کے تولد کی بشارت دی گئی جس کے ذریعہ اسلام کی غیر معمولی ترقی اور ... ہوں گے۔ حضورؑ نے اس الٰہی بشارت کو ایک اشتہار میں شائع کر دیا جس کی الہامی عبارت کے ذکر میں حضورؑ فرماتے ہیں:-

"خدائے رحیم و کریم و بزرگ و برتر نے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ جلّ شانہٗ و عزّ اسمہٗ مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیارپور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا کے دین اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ صلعم کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا ...... اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مظہر الاول والآخر۔ مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وکان امرًا مقضیًا۔"

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

ملک صلاح الدین ... پرنٹر و پبلشر نے ... آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۶۶ء

[...]لشان نشانِ آسمانی

[...]ی اور اس کے
[...]نے کے بارہ
[...]وئی اشتہار ۲۰ر
[...]ی کے اس پر یہ کے
[...]ے مقدس بانی سلسلہ
[...]سیح موعود علیہ السلام
[...]اور عظمت شان
[...]شتہار میں فرماتے

[...]ی نہیں بلکہ ایک
[...]آسمانی ہے جس کو
[...]یم رؤف رحیم محمدؐ
[...] و آلہٖ وسلم کی
[...]ظاہر کرنے کے لئے
[...]اور در حقیقت
[...]کے زندہ کرنے
[...]ی اولیٰ و اکمل
[...]کیونکہ مُردہ کے
[...]قیقت یہی ہے
[...]دعا کے ایک
[...]ایا جاوے...
[...]وت میں معترضین
[...]ے مگر اس جگہ بفضلہ
[...]ر دیہ برکت حضرت
[...] علیہ و آلہٖ وسلم
[...]اس عاجز کی دعا
[...] بابرکت روح
[...]رمایا جس کی ظاہری
[...]مین پر پھیلیں گی۔"
[...]رچ ۱۸۸۶ء)
[...]سے بتائی ہوئی یہ
[...]ب اور عظیم الشان نشان
[...]مت کے ساتھ ظاہر
[...]نیا نے ہدایت کی راہ
[...]عداد نے تازہ ایمان
[...]موعود علیہ السلام کی
[...]تعالیٰ نے جس بابرکت
[...] کا وعدہ فرمایا۔ اور
[...]سف فرزند ارجمند کے
[...]ی تھی بفضلہ تعالیٰ
[...]ارتح ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء
[...]وا۔ اس کی پیدائش
[...]ین اور معاندین کی
[...]نے اُس
[...]بعض نے
[...]

کے متعلق لکھا:۔
"رہا کیا تین سال کے اندر اندر آپ کا خاتمہ ہو جائے گا اور آپ کی ذریت سے کوئی باقی نہ رہے گا۔" (کلیاتِ آریہ مسافر ص۴۹۶ و ص۵۰۰)

لیکن بعد کے واقعات نے دونوں قسم کی پیشگوئیوں کے انجام نہایت واضح رنگ میں ظاہر کر دیئے۔ جلد دُنیا نے دیکھ لیا کہ سچائی اور صداقت کس کے پاس تھی؟ چونکہ مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہونے والا قادر و توانا خدا کا کلام

تھا اس لئے وہ بہرحال پورا ہو کر رہا۔
جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے
اور پھر بموجب وعدہ الٰہی اس طرح جلد جلد بڑھا کہ ۲۵ سال کی عمر میں جماعت کا امام بنا اور ۵۱ سال کی لمبی مدت تک ہر میدان میں نہایت کامیابی و کامرانی کے ساتھ جماعت کی قیادت کی۔ اور فائز المرامی کے ساتھ ۸ر نومبر ۱۹۶۵ء کو اپنے مالکِ حقیقی کے حضور بلا لیا گیا۔ !! جہاں تک مصلح موعود کی نسبت پیشگوئی میں مذکور مختلف علامات کا تعلق ہے ان میں سے ایک ایک علامت اتم و اکمل طور پر آپ کے وجود میں پائی گئی۔ اور سب قسم کے اندرونی و بیرونی شواہد نے ثابت کر دیا کہ سیدنا حضرت

مسیح موعود علیہ السلام کے فرزند ارجمند حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ہی مصلح موعود والی پیشگوئی کے حقیقی مصداق تھے۔ آپ کی ۷۷ سالہ زندگی ایک کھلی کتاب کی طرح ہے۔ اس کا ایک ایک دن حضورؓ کا ایک ایک کارنامہ اس آسمانی نشان کی عظمت کی منہ بولتی تصویر ہے۔

• — پیشگوئی میں خبر دی گئی تھی کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے ہاں نو سالہ مدت کے اندر اندر خاص صفات و کمالات کا حامل فرزند تولد ہوگا۔ سو ایسا ہی ہوا! پیشگوئی کی اشاعت کے وقت حضور کی اپنی عمر ۵۱ سال کی تھی۔ بجز خدا تعالیٰ کی ذات کے کون حتمی طور پر کہہ سکتا ہے کہ اس بڑھاپے کی عمر کے باوجود اس وقت تک زندہ رہیں گے کہ مقررہ نو سالہ مدت کے اندر آپ کے ہاں لڑکا پیدا ہو اور صرف لڑکے کے

پیدا ہو جانے ہی کی خبر نہیں بلکہ بات اس سے بھی آگے چلتی ہے کہ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور اس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔
غور کریں کہ یہ پیش خبریاں کس قدر بڑی شان اپنے اندر رکھتی ہیں۔ اور عجیب تر یہ کہ اسی سال کی مدت میں جو ہمارے سامنے یہ سب باتیں پوری ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔ کیا کسی انسان کے بس میں ہے کہ ایسی بات کہے اور پھر اسے سو فیصدی پورا بھی کر دے۔ درحقیقت یہ اسی قادر و توانا خدا کی نصرت و تائید کا کرشمہ ہے کہ آج احمدیہ جماعت کے ذریعہ تبلیغ و اشاعتِ دین کا کام ایک خاص تنظیم کے تحت ساری دنیا میں جاری ہے

جس خدا نے مقدس بانی سلسلہ احمدیہ کو اس زمانہ کی اصلاح کے لئے کھڑا کیا تھا اسی خدا نے اپنے وعدہ کے مطابق آپ کو ایسا فرزند بھی عطا فرمایا جس کے ذریعہ دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر کرنے کے اسباب مہیا فرمائے۔
وہی خدا جس نے مصلح موعود کو فتح و ظفر کی کلید قرار دیا تھا آنے پر اس کو اعلیٰ درجہ کی تنظیمی صلاحیتیں بخشیں جن کے ذریعہ آپ نے اپنی جماعت کو ایک سیسہ پلائی دیوار بنا دیا۔ اور باوجود انتہائی کوششوں کے دشمن اس کی صفوں میں انتشار پیدا نہ کر سکا۔ بلکہ ہر ایسے موقعہ پر مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی کامیاب قیادت نے جماعت کو نہ صرف ثابت قدم رکھا بلکہ ترقی کی طرف راہنمائی کی۔
حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی اعلیٰ تنظیمی صلاحیتوں، بارآور کوششوں اور خدا تعالیٰ کی نصرت و تائید کا نتیجہ ہے کہ ایک خاص نظام کے تحت بیشتر مہذب ممالک میں تبلیغ اسلام کا کام بڑے وسیع پیمانہ پر جاری ہے۔ تبلیغ کے ساتھ تعلیم اور تربیت کا کام بھی بڑی ہی خوش اسلوبی سے جاری ہے۔
اور اس پہلو میں بھی خدا کے فضل سے احمدیہ جماعت کو بمقابلہ دیگر مذہبی جماعتوں اور اسلامی فرقوں کے ایک خاص امتیاز حاصل ہے جماعت کے مالی نظام کو جس خوش اسلوبی اور سلیقہ شعاری کے ساتھ [...] مصلح موعود نے چلایا وہ اپنی جگہ پر بے [...] ہے۔ اس وقت ساری جماعت کا مجموعی [...] بجٹ کوئی ۵۰ لاکھ کے قریب ہوگا [...] روپیہ کی فراہمی کے لئے بیشتر طور [...] کام ہوتا ہے۔ اور یہ انتظام خدا [...] سے اس قدر کامیاب ہے کہ اس کی [...] سن کر بارہا غیروں نے حیرت و استعجاب کا اظہار کیا ہے۔ مگر جماعت احمدیہ کے لئے یہ کوئی عجوبہ نہیں۔ اس لئے کہ اس کے مقدس امام نے جماعت کی تربیت ہی اس رنگ میں فرمائی ہے کہ جماعت کا ہر فرد جماعتی اموال کو اخلاص و محبت کے جذبہ سے بڑی دیانتداری کے ساتھ فراہم کرتا اور مرکز میں بھیجتا ہے۔
گویا جماعت کے چندہ جات کی فراہمی میں جماعت کے آنریری کارکنان کی اعلیٰ درجہ کی دیانت و امانت کا نمونہ حضرت مصلح موعودؓ کی مخلصانہ وقت کی باطنی تربیت کا ظاہر اور عملی ثبوت ہے۔
اسی طرح جماعت کے سینکڑوں نوجوانوں نے اسی مبارک وجود کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنی زندگیاں دین کی خدمت کے لئے وقف کر دیں۔ اور اپنے عزیزوں سے جدا ہو کر وطنوں کو خیرباد کہہ کر ہزاروں میل دور خدا کے دین کی اشاعت اور خدمت کے لئے چل دیئے۔

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

حضرت مصلح موعود کا ایک عظیم مقصد

از حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

"تا کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو"

(اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء)

جو علوم و معارف اور حقائق و دقائق اور لطائف و نکات، اور ادلّہ و براہین اس پاک وجود مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو خدائے رحمٰن نے عطا کئے اور جنہیں آپ نے اپنی تفسیر کبیر اور متعدد کتب میں بیان کیا وہ اپنی کمیّت اور کیفیت میں ایسے کامل مرتبہ پر واقع ہیں کہ خارق عادت ہے۔

خاکسار
مرزا ناصر احمد
۱۴ر دسمبر ۱۹۶۵ء خلیفۃ المسیح الثالث

(الفرقان ربوہ فضل عمر نمبر)

حضرت مصلح موعودؓ کے کارنامے

وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ

محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الحق و العلاء کأن اللہ نزل من السماء رحمت اور فضل و احسان اور قربت کا نشان فتح و ظفر کی کلید سیدنا محمودؓ قدیم الٰہی نوشتوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے مطابق ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت خاص سے اسے ان تمام صفات عالیہ سے متصف کیا جو مصلح موعود کے لئے مقدر تھیں اور ان تمام مقامات قرب سے نوازا جن کا اس نے وعدہ فرمایا تھا۔ یہ فخر رسل مصلح موعود ۱۹۱۴ء سے لے کر ۱۹۶۵ء تک خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ کی پاسبانی کرتا رہا۔ ۵۱ سال تک اس صاحب شکوہ اور عظمت و دولت نے ۵۱ سال تک اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکتوں سے ایک عالم کو بیماریوں سے صاف کیا اور شیطان کی اسیر بے شمار روحوں کی رستگاری کا موجب ہوا۔ وہ کامیاب و کامران جرنیل کی طرح ۷ ر ۸ر نومبر کی درمیانی شب کو اڑھائی بجے صبح ہمارے دلوں کو مجروح بنا کر اپنے ازلی محبوب کو پیارا ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضل اور اس کی بے انتہا رحمتیں اس پر نازل ہوں۔ آمین۔

آپ کے کارنامے

آپ کے کارنامے ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں اور ہزاروں ہیں لیکن میں اس مختصر سے مضمون میں نمونے کے طور پر ان میں سے چند تحریر کرتا ہوں۔

تبلیغ اسلام

آپ کا ایک کارنامہ اندرون ملک اور بیرون ملک میں تبلیغ اور اشاعت اسلام کے لئے ایک مضبوط نظام قائم کرنا ہے۔ آپ کو جب اللہ تعالیٰ نے مقام خلافت عطا فرمایا تو آپ نے یہ اعلان کیا کہ سب سے پہلا کام تبلیغ اسلام ہوگا۔ اور آپ نے اس خواہش کا بھی اظہار فرمایا کہ:-

"میں چاہتا ہوں کہ اپنی موت سے پہلے

دنیا کے دور دراز علاقوں میں صداقت احمدیت روشن دیکھ لوں (ماذالک علی اللہ بعید بلا درسالہ کون ہے جو خدا کے کام روک سکے)

نیز فرمایا:-

"اللہ تعالیٰ نے اس کام کو پورا کرنے کے لئے میرے دل میں ڈالا ہے کہ میں اب اسلام اور احمدیت کی اشاعت کے لئے خاص جدوجہد کروں"

(اعلان ضروری صفحہ)

اس کام کی سرانجام دہی کے لئے آپ نے ۱۹۱۹ء میں نظارت دعوت و تبلیغ کا ادارہ قائم کیا۔ اسی طرح ایک "انجمن ترقی اسلام" بنائی پھر بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کے لئے مراکز کھولے۔ امریکہ میں بھی اور افریقہ میں بھی۔ یورپ میں بھی اور ایشیا کے مختلف ممالک میں بھی۔ اور آج ... کے اشد ترین مخالف بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ آپ نے تبلیغ اسلام کی تمام دنیا میں داغ بیل ڈال کر اسلام کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔

مثلاً لاہور کے ہفت روزہ "شیعی اخبار" "رضا کار" نے یکم مئی ۱۹۶۱ء کی اشاعت میں روزنامہ نوائے وقت سے اس کے نمائندہ حفیظ ملک کا مراسلہ زیر عنوان "افریقہ میں تبلیغ اسلام" نقل کر کے لکھا:-

"محترم حفیظ ملک صاحب نے اپنے مراسلہ میں احمدی مبلغین اور عیسائی مشنریوں کی افریقہ میں تبلیغی سرگرمیوں کا جائزہ لیا ہے اور اس امر پر روشنی ڈالی ہے کہ احمدی مبلغین کس طرح عیسائی مشنریوں کا سرتوڑ مقابلہ کر کے لاکھوں افریقیوں کو احمدی بنا رہے ہیں۔ اختلاف عقائد کے باوجود حفیظ ملک نے احمدی مبلغین کی تبلیغی کوششوں کو سراہا ہے اور انہیں خراج تحسین ادا کیا ہے۔"

اسی طرح مولوی ظفر علی خاں نے باوجود احمدیت کی شدید مخالفت کرنے کے ۱۹۳۲ء میں سلسلہ احمدیہ کے متعلق لکھا:-

"یہ ایک تناور درخت ہو چلا ہے اس کی شاخیں ایک طرف چین میں اور دوسری طرف یورپ میں پھیلتی نظر آتی ہیں۔" (اخبار زمیندار ۹ر اکتوبر ۱۹۳۲ء)

مصر کے اشد ترین مخالف اخبار "الفتح" کے ایڈیٹر نے ۱۳۵۱ھ میں لکھا:-

"ہم نے بغور دیکھا تو قادیانیوں کی تحریک حیرت انگیز پائی۔ انہوں نے بذریعہ تحریر و تقریر مختلف زبانوں میں اپنی آواز بلند کی ہے اور مشرق و مغرب کے مختلف ممالک و اقوام میں بعض کثیر تعداد اپنے دعوے کو تقویت پہنچائی ہے۔ ان لوگوں نے اپنی انجمنیں منظم کر کے زبردست حملہ کیا ہے۔ اور ایشیا، یورپ، امریکہ اور افریقہ میں ان کے اپنے تبلیغی مراکز قائم ہو گئے ہیں جو علم و عمل کے لحاظ سے تو عیسائیوں کی انجمنوں کے برابر ہیں لیکن تاثیرات و کامیابی میں عیسائی پادریوں کو ان سے کوئی نسبت نہیں۔ قادیانی لوگ بہت بڑھ چڑھ کر کامیاب ہیں کیونکہ ان کے پاس اسلام کی صداقتیں اور پُر حکمت باتیں ہیں۔ . . . . جو شخص بھی ان لوگوں کے حیرت زا کارناموں کو دیکھے گا، وہ حیران و ششدر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گا کہ کس طرح اس چھوٹی سی جماعت نے اتنا بڑا جہاد کیا ہے جسے کروڑوں مسلمان بھی نہیں کر سکے"۔ (الفتح ۲ر جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ القاہرہ)

پس آپ نے تبلیغ اسلام اور احمدیت کے متعلق جس خواہش کا اظہار کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی میں اسے پورا کر دکھایا اور احمدیت کا ذکر اور اس کی روشنی دنیا کے کناروں تک پہنچ گئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

علم القرآن

اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن مجید کا خاص علم عطا فرمایا اور اس کے پوشیدہ حقائق و معارف پر اطلاع بخشی۔ اور جیسا کہ مصلح موعود کے متعلق الہام الٰہی نے بتایا تھا کہ اس کے ذریعہ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر ہوگا ویسا ہی ہوا۔ آپ فرماتے ہیں:-

"قرآن کریم کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں معانی ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے القاء اور الہام کے طور پر مجھے سمجھائے ہیں"

(تفسیر کبیر جلد ۹ صفحہ ۸۳)

اور فرماتے ہیں:-

"خود راقم الحروف نے کئی علوم فرشتوں سے سیکھے ہیں۔ مجھے ایک دفعہ ایک فرشتہ نے سورۂ فاتحہ کی تفسیر پڑھائی اور اس وقت سے لے کر اس وقت تک سورۂ فاتحہ کے اس قدر مطالب مجھ پر کھلے ہیں کہ ان کی حد ہی کوئی نہیں"

(احمدیت کا پیغام صفحہ ۱۱)

پھر ۱۸ر اپریل ۱۹۳۴ء کو آپ نے لائلپور میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:-

"مجھے بھی قرآن کریم کے ایسے معارف عطا کئے گئے ہیں کہ کوئی شخص خواہ کسی علم کا جاننے والا اور کسی مذہب کا پیرو ہو قرآن کریم پر جو چاہے اعتراض کرے اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں اس قرآن سے ہی اس کا جواب دوں گا۔ میں نے بارہا دنیا کو چیلنج کیا ہے کہ معارف قرآن میرے مقابلہ میں لکھو حالانکہ میں کوئی مامور نہیں ہوں۔ مگر کوئی اس کے لئے تیار نہیں ہوا . . . . .

. . . میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں نئے معارف بیان کروں گا"

(تبلیغ حق صفحہ ۶۵)

پھر آپ نے ۱۹۴۴ء میں اپنے آپ کو مصلح موعود والی پیشگوئی کا مصداق قرار دینے کے بعد دہلی کے جلسہ عام میں معارف قرآن بیان کرنے سے متعلق اپنا چیلنج دہرا کر فرمایا:-

"اب بھی میں یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ بے شک ہزار عالم بیٹھ جائیں اور قرآن مجید کے کسی حصہ کی تفسیر میں میرا مقابلہ کریں مگر دنیا یہ تسلیم کرے گی کہ میری تفسیر ہی حقائق و معارف اور روحانیت کے لحاظ سے بے نظیر ہے"

اور آپ نے تفسیر کبیر میں قرآن مجید کے جو نئے معارف تحریر فرمائے ہیں وہ آپ کے مذکورہ بالا دعوے کے صادق ہونے کی ناقابل تردید شہادت ہیں۔ غیر از جماعت علماء بھی آپ کی اس تفسیر سے استفادہ کرتے ہیں۔ اس تفسیر کی بہت سی خصوصیات ہیں جو بخوف طوالت یہاں ذکر نہیں کی جا سکتیں۔ آپ کے علوم قرآنی میں تفوق کا ایک زمانہ قائل ہے۔ مولوی ظفر علی خاں کو بھی ایک مخالف احمدیت گروہ کو مخاطب کرتے ہوئے اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑا۔ آپ نے کہا:-

"کان کھول کر سنو۔ تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن ہے اور قرآن کا علم ہے۔ تمہارے پاس کیا دھرا ہے . . . . . تم نے کبھی خواب میں بھی قرآن نہیں پڑھا . . .
. . . . مرزا محمود کے پاس ایسی جماعت ہے جو تن من دھن اس کے اشارے پر نچھاور کرنے کو تیار ہے . . . . .
مرزا محمود کے پاس مبلغ ہیں مختلف علوم کے ماہر ہیں۔ دنیا کے ہر ملک میں اس نے جھنڈا گاڑ رکھا ہے۔"

(۳) ایک خوفناک سازش مطبوعہ ۱۹۲۷ء مؤلفہ مظہر علی اظہر

سخت ذہین و فہیم ہوگا

الہام میں مصلح موعود کی پیدائش سے پہلے یہ خبر دی گئی تھی کہ "وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور ظاہری اور باطنی علوم سے پُر کیا جائے گا"۔ اس حقیقت کو بھی آپ کے مخالفین نے تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ مفکرِ احرار چوہدری افضل حق نے آپ کے متعلق لکھا:-

"جتنا قدر روپیہ احرار کی مخالفت میں قادیان خرچ کر رہا ہے اور جو عظیم الشان دماغ اس کی پُشت پر ہے وہ بڑی سے بڑی سلطنت کو بھی درہم برہم کرنے کے لئے کافی تھا"۔

(اخبار مجاہد ۱۵ر اگست ۱۹۳۵ء)

تعمیر ربوہ

آپ کے کارناموں میں سے ایک عظیم الشان کارنامہ ربوہ کی تعمیر ہے اور یہ اس لحاظ سے ایک بہت ہی بڑا کارنامہ ہے کہ آپ نے ایسے وقت میں جبکہ جماعت لُٹی پُٹی پہنچی تھی ایک نیا اور شاندار جماعت کا مرکز قائم کر دیا جس میں سب دفاتر، سکول، کالج اور دیگر ادارے قائم ہیں۔ اور تمام ضروریاتِ زندگی مہیا ہیں۔ اس کے دیکھنے والے اسے حکومت اور عوام کے لئے ایک سبق خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ روزنامہ سفینہ لاہور نے ۲۳ر نومبر ۱۹۴۸ء کے پرچہ میں لکھا کہ:-

"ایک مہاجر کی حیثیت سے ربوہ ہمارے لئے ایک سبق ہے۔ ساٹھ لاکھ مہاجر پاکستان آئے لیکن اس طرح کہ وہاں سے بھی اُجڑے اور یہاں بھی کس مپرسی نے انہیں منتشر رکھا...... ہم اعتقادی حیثیت سے احمدیوں پر ہمیشہ طعنہ زن رہے لیکن ان کی تنظیم، ان کی "اخوت" اور دُکھ سُکھ میں ایک دوسرے کی حمایت نے ہماری آنکھوں کے سامنے ایک نیا قادیان آباد کرنے کی ابتداء کی ہے ...... ربوہ ایک اور نقطۂ نظر سے بھی قابلِ نظر ہے وہ یہ کہ حکومت بھی اس سے سبق لے سکتی ہے۔ اور مہاجرین کی صنعتی بستیاں اس نمونہ پر بس سکتی ہے۔ ربوہ عوام اور حکومت ...... ایک مثالی ... زبانِ حال سے کہہ رہا ... کے لئے چیلنج ہے دعوت ...

کرنے والے منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں اور عملی کام کرنے والے کوئی دعویٰ کئے بغیر سب کچھ کر دکھاتے ہیں"۔

آپ کے کارناموں کے ذکر کے سلسلہ میں یہی کہنے پر مجبور ہوں کہ

"داماں نگہ تنگ و گلِ حسن تو بسیار"

آپ کے ہزارہا کارناموں میں سے جماعت میں مختلف تنظیمیں قائم کرنا بھی ہے۔ مثلاً مجلس انصار اللہ، مجلس خدام الاحمدیہ، مجلس اطفال الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کا قیام، پھر نظارتوں کا قیام، تحریکِ ہجرت اور عدمِ موالات میں مسلمانوں کی رہنمائی، اچھوت اقوام کی طرف توجہ اور ملکانوں میں فتنۂ ارتداد کا مقابلہ۔ مذہبی پیشواؤں کے احترام کے لئے قانون پاس کروانا، سائمن کمیشن و گول میز کانفرنس سے متعلق تصانیف، سیاسی مسائل میں مسلمانوں کی قیادت، بیرونی مشنوں کا قیام۔ مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم۔ تحریکِ جدید وقفِ جدید وغیرہ سب آپ کے ایسے عظیم الشان کارنامے ہیں جو اپنوں کے علاوہ غیروں سے بھی خراجِ تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ اور سچ ہے کہ

والفضل ما شهدت به الاعداء

سال رواں میں جلسوں اور تبلیغی ہفتوں کا پروگرام

سال رواں ۱۹۶۶ء میں جلسوں اور ہفتہ ہائے تبلیغ منانے کے لئے مرکز کی طرف سے مندرجہ ذیل پروگرام مرتب کیا گیا ہے۔ جملہ عہدیداران جماعتہائے احمدیہ ہندوستان سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اس پروگرام کے مطابق اپنی اپنی جماعتوں میں جلسے منعقد کریں اور ہفتہ ہائے تبلیغ منانے کا اہتمام فرمائیں اور جلسوں و تبلیغ کی کارگزاری کی رپورٹیں نظارت دعوت و تبلیغ میں بھجواتے رہیں۔

اکثر شہری جماعتیں کاروبار اور ملازمین کی سہولت کے پیشِ نظر اتوار کو جلسے منعقد کرنا زیادہ مناسب خیال کرتی ہیں لہذا ایسی جماعتوں کو جلسوں کی معینہ تاریخوں کے قریب کے اتوار میں جلسے منعقد کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔

۱- جلسہ یوم مصلح موعود - ۲۰ر فروری ۱۹۶۶ء
۲- جلسہ یوم مسیح موعودؑ - ۲۲ر مارچ "
۳- جلسہ پیشوایانِ مذاہب - ۳ر اپریل "
۴- جلسہ یوم خلافت - ۲۷ر مئی "
۵- جلسہ سیرت النبی صلعم - ۲ر جولائی "
۶- ہفتہ ہائے تبلیغ سال میں دو بار- مئی کے پہلے ہفتہ میں اور اکتوبر کے پہلے ہفتہ میں۔

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

اِک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
مِلّت کے اِس فدائی پہ رحمت خدا کرے

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی دعائیں

مِل جائے تم کو دین کی دولت خدا کرے
چمکے فلک پہ تارۂ قسمت خدا کرے

سُن لے ندائے حق کو یہ اُمت خدا کرے
پکڑے بزور دامنِ مِلّت خدا کرے

پھیلاؤ سب جہان میں قولِ رسولؐ کو
حاصل ہو شرق و غرب میں سطوت خدا کرے

پایاب ہو تمہارے لئے بحرِ معرفت
کُھل جائے تم پہ رازِ حقیقت خدا کرے

ہر گام پہ فرشتوں کا لشکر ہو ساتھ ساتھ
ہر ملک میں تمہاری حفاظت خدا کرے

قرآن پاک ہاتھ میں ہو دل میں نور ہو
مل جائے مومنوں کی فراست خدا کرے

دجّال کے بچھائے ہوئے جال توڑ دو
حاصل ہو تم کو ایسی ذہانت خدا کرے

پرواز ہو تمہاری نہ افلاک سے بلند
پیدا ہو بازوؤں میں وہ قوّت خدا کرے

بطحا کی وادیوں سے جو نکلا تھا آفتاب
بڑھتا رہے وہ نورِ نبوّت خدا کرے

قائم ہو پھر سے حکمِ محمدؐ جہان میں
ضائع نہ ہو تمہاری یہ محنت خدا کرے

تم ہو خدا کے ساتھ خدا ہو تمہارے ساتھ
ہوں تم سے ایسے وقت میں رخصت خدا کرے

اِک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
مِلّت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

از جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے مؤلف اصحاب احمد قادیان

بعض غیر مسلموں کے تاثرات

تقسیم ملک کا پُر آشوب اور دل ہلا دینے والا ۱۹۴۷ء کا زمانہ کیسے بھول سکتا ہے۔ جب دوسرے مذہب سے وابستہ افراد کے قلوب بالعموم ایک شدید جذبہ بغض و عداوت سے معمور ہو رہے تھے۔ اور بلاوجہ مشتعل ہو جاتے تھے۔ اگر عدل و انصاف کی نظر سے دیکھیں تو یہ امر واضح ہے کہ اپنے رفقاء کو پُر سکون رکھنے بلکہ ہمیشہ احسان و مروّت کا سلوک کرنے پر آمادہ کر لینے میں اس وقت کوئی بھی مذہبی یا سیاسی رہنما حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا کامیاب نہیں ہوا۔ حضور کا سلوک مثالی حیثیت رکھتا تھا چنانچہ جب قادیان اور سارا ضلع گورداسپور بلکہ مشرقی پنجاب غیر مسلموں سے کلیۃً آباد ہو گیا۔ تو یہ لوگ اس وقت کے مصائب کی وجہ سے نہایت آزردہ تھے۔ اور رستے ہوئے ناسور ان سے ناقابل برداشت کیفیت پیدا کر دیتے تھے۔ اس وقت بھی حضور کے احسانات کریمہ تو یہ لوگ برملا بیان کرتے تھے اور اب بھی گہرے اخلاص کے ساتھ ان کا ذکر کرتے ہیں کہ حضور نے اپنے عدل و انصاف اور مروّت و احسان سے ان کے قلوب میں اپنے لئے بے پناہ محبت پیدا کر دی ہوئی ہے۔ اور ان واقعات کو سُن کر غیر مسلم پناہ گزین طبقہ کے دلوں میں حضور کی زیارت کی شدید تڑپ پیدا ہو گئی تھی۔ اور بسا اوقات وہ اصرار کرتے تھے کہ ان کی طرف سے حضور کی خدمت میں عرض کیا جائے کہ قادیان تشریف لا کر ان کو اور دیگر ہزارہا مشتاقانِ دید ار کو شرفِ ملاقات عطا کریں۔

سابق ایم۔ ایل۔ اے اور سابق صدر ضلع کانگرس گورداسپور سردار دریام سنگھ جی بھاگووالیہ تعزیت کرنے تشریف لائے تو اس امر کا اظہار کرتے تھے کہ ایسے بزرگ کبھی کبھار جنم لیتے ہیں۔ اور اس امر کی تعریف کی کہ خلیفۂ وقت کی آواز پر جماعت فوراً لبیک کہتی ہے اور خلافت کی وجہ سے یہ روحِ عمل عدیم المثال ہے۔

قادیان کا ایک قدیمی باشندہ جس نے حضور کے وصال سے چند دن پہلے بھی حضور اور جماعت کے خلاف ایک اخبار میں ہرزہ سرائی کی تھی۔ اور اٹھارہ سال سے ہمہ تن مخالفت میں پیش پیش ہے۔ بٹالہ سے تعزیت کرنے آیا اور کہنے لگا کہ مجھے اب تجربہ ہوا ہے کہ عام حالات میں مخالفانہ ماحول میں چند دن رہنا بھی از حد مشکل ہے۔ مخالف ایک چینے چھواتے ہیں۔ لیکن تقسیم ملک سے قبل کے زمانہ میں دیکھ لیں جبکہ یہ صاحب احرار کی حمایت میں فتنہ سامانی کرتے تھے (حضور چاہتے تو مجھ جیسوں کو مسل کر رکھ دیتے۔ لیکن ہم یہ یقین رکھتے ہوئے دلیری سے مخالفت کرتے تھے کہ آپ سے کسی قسم کا جبر و تشدد متوقع نہیں۔

ایک معمر ہندو خاتون نے مجھے بتایا کہ میں حضور کے گھر میں آمد و رفت رکھتی تھی آپ غیر مسلموں سے شفقت و مروّت کا سلوک کرتے تھے اور قابل امداد افراد کی مدد بہت خوشی سے کرتے تھے۔ ان کا سا حسنِ سلوک کرنے والا میں نے نہیں دیکھا۔ فرماتے تھے کہ ہر ایک سے حسنِ سلوک کرنا چاہئے۔ خواہ کوئی برا کرے اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو۔

لالہ دھنی رام ناجر (جو عرصہ دراز تک ڈی۔ اے۔ وی ہائی سکول قادیان کے ملازم رہے ہیں) بیان کرتے ہیں کہ میری اہلیہ امید سے تھیں۔ یکدم خون جاری ہو گیا۔ میں نے حضور کے مکان پر آ کر اطلاع دی۔ آپ نے اسی وقت حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب سے کہا کہ لیڈی ڈاکٹر کو ساتھ لے جا کر دیکھیں اور رپورٹ کریں۔ چنانچہ انہوں نے تعمیل ارشاد کی اور حضور نے مجھے بلوا کر کہا کہ انہوں نے بتایا ہے کہ فوری طور پر انہیں امرتسر ہسپتال میں داخل کرانا ضروری ہے اتنے سفر تک کے عرصہ کے لئے انہوں نے دوا دی ہے۔ میں نے کہا کہ میں کیا کر سکتا ہوں میرے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں۔ فرمایا آپ میری موٹر لے جائیں اور چٹھی بھی۔ ہسپتال میں فوراً داخلہ مل جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور چند ایک روز بلا اخراجات قیام کر کے نہ صرف مریضہ کی جان ہی بچ گئی بلکہ وہ صحت یاب ہو گئیں۔

قادیان کے قدیمی باشندگان میں سے لالہ مادھو رام ٹھلکا اور ان کے بھائی لالہ جمنا داس نیز لالہ جھنڈا لال ٹھلکا بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۴۷ء میں احمدیوں سے ہمیں کسی قسم کا خطرہ نہیں تھا لیکن جو ایک لاکھ مسلمان قادیان میں ارد گرد کے علاقہ سے جمع ہو چکے تھے۔ ہمیں ان سے شدید خطرہ محسوس ہوتا تھا۔ مبادا وہ ہم پر حملہ آور ہو کر ہمارے نفوس و اموال کے اتلاف کا موجب بنیں۔ چنانچہ قادیان کے بیشتر غیر مسلموں نے اپنے تحفظ کی خاطر یہاں سے منتقل ہو جانا چاہا۔ دس پندرہ معزز ہندوؤں نے جن میں لالہ مادھو رام اور لالہ جھنڈا لال بھی شامل تھے حضور سے ملاقات کر کے اس خطرہ کا اظہار کیا۔ تو آپ نے بہت شفقت سے ہمیں مطمئن کیا اور فرمایا کہ آپ سب کسی طرح بھی فکرمند نہ ہوں۔ آپ کی حفاظت کا مکمل انتظام رہے گا۔ اور یہاں تک فرمایا کہ اگر کسی قسم کا خطرہ آپ لوگوں کے لئے رونما ہوا تو یقین جانیں کہ پہلے میرا بیٹا ناصر احمد قتل ہوگا تب آپ لوگوں تک آنچ آئے گی اور جس گھرانے کو زیادہ خطرہ محسوس ہو وہ بے شک ہمارے گھروں میں منتقل ہو جائے۔ سو آپ کی باتوں سے ہم مطمئن ہو گئے۔ کیونکہ ہمیں عمر بھر کا یہ تجربہ تھا کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں۔ آپ اور آپ کی جماعت کبھی اس سے سر مو انحراف نہیں کرتی۔ چنانچہ ہم نے نقل مکانی نہ کی۔ اور ہمارے محلہ میں آپ کی طرف سے پہرہ کا انتظام بھی کیا گیا اور ہمیں ذرہ بھر نقصان نہ پہنچا۔ اس کی تصدیق لالہ دھنپت رائے صاحب بھی کرتے ہیں۔

لالہ جمنا داس موصوف اور لالہ دھنپت رائے موصوف یہ بھی سناتے ہیں کہ حضور بہت متحمل مزاج تھے اور تحمل اور بُردباری کی تلقین جماعت کو کرتے تھے۔ چنانچہ فتنہ احرار کے دوران اشرار کی شہ پر حنیفا پسر چوہڑ [illegible] نے حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ پر برملا دن دہاڑے بارونق بازار میں لاٹھی سے حملہ کر دیا۔ باوجودیکہ جماعت کو حضور کے خاندان سے والہانہ محبت ہے کسی نے اس بد باطن کو جس کی حیثیت ذرہ بھر بھی نہ تھی اور ایک فقیر کا لڑکا تھا کچھ بھی ایذا نہ پہنچائی۔ اسی طرح ملا عنایت اللہ احراری خطبات میں حد درجہ ناقابل برداشت گندہ دہانی اور اشتعال انگیزی کرتا تھا لیکن تمام جماعت یوں پُر سکون رہتی تھی جیسے کچھ بھی نہیں ہوتا۔

سردار پال سنگھ کمبوہ (قدیمی باشندہ قادیان) تقسیم ملک کے حالات کے ضمن میں سناتے ہیں کہ جب ہمیں شدید خطرہ پیدا ہو گیا تو میں اہل و عیال سمیت سارا دن مرڑھیوں میں جا کر چھپ کر بیٹھا رہا۔ پھر موضع ناتھ پور چلا گیا تاکہ وہاں قیام کروں لیکن دوستوں نے کہا کہ گھر سے بے گھر ہونے سے کیا فائدہ؟ ناتھ پور قادیان سے کوئی دور تو نہیں۔ اگر وہاں خطرہ ہے تو ویسا ہی خطرہ ناتھ پور میں بھی۔ سو میں واپس آ گیا۔ اور سوچا کہ حضرت صاحب سے اس بات کا ذکر کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ملاقات کر کے اس کا ذکر کیا۔ فرمایا۔ آپ لوگوں کو کوئی خطرہ نہیں۔ ہم نے تین سو افراد پہرہ پر لگا رکھے ہیں۔ چنانچہ ہم اطمینان سے یہاں ٹھہرے رہے اور ہمارا بال بیکا نہ ہوا۔

محنت و جانفشانی

حضور حد درجہ [illegible] محنت فرماتے تھے۔ خاکسار کا تجربہ ہے کہ جن دنوں آپ علیل ہوتے تب بھی حسبِ معمول صیغہ جات کی نگرانی فرماتے۔ ہدایات جاری کرتے۔ ڈاک پر خود ہدایات تحریر نہ کر سکتے تو اپنے کسی حرم محترم بالعموم حضرت سیدہ ام متین صاحبہ سے تحریر کرا کے بھجوا دیتے۔ اپنے رفقاء کار سے بھی محنت اور جانفشانی کی توقع رکھتے تھے۔ حضور کے پہرہ دار کہ جو دفتر کے کمرہ میں شب و روز قیام رکھتا [illegible] عیدین کے روز رخصت ہوتی تھی۔ بعض احباب عیدین پر بھی اپنی معروضات کے متعلق درخواستیں دے دیتے تو آپ اس روز بھی توجہ فرماتے۔ چنانچہ خاکسار کو یاد ہے کہ ایک عید کے روز ایک جائیداد کے متعلق بیت المال سے رپورٹ کرنے کے لئے خاکسار کے ذریعہ آپ نے حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کو ارشاد بھجوایا۔ ایک فریق ضلع سرگودھا سے آیا تھا۔ حضور فرماتے ہیں:-

"جب کام کا زور ہو تو میں چاہتا ہوں کہ انسان مشین کی طرح کام کرے۔ نہ اسے آرام کا خیال آئے نہ وقت بے وقت دیکھے۔ جب اس طرح کام لیا جائے تو بعض اوقات اچھے سے اچھے کام کرنے والے کے ہاتھ پاؤں بھی پھول جاتے ہیں۔" (الفضل ۱۲/۴/۴۲ ص ۹)

حضور نہایت ذہین و فہیم تھے اور کمال کا حافظہ رکھتے تھے حتیٰ کہ بیسیوں سال قبل کی نہایت اہم باتیں بھی آپ کے دماغ میں پوری تفصیل اور مکمل وضاحت سے محفوظ ہوتی تھیں۔ آپ نہایت تیزی سے فیصلہ پر پہنچتے تھے اور آپ کا فیصلہ نتیجۃً ہمیشہ بہترین ثابت ہوتا تھا۔ حضور کی ان خداداد طاقتوں کی وجہ سے آپ کا دفتر اور رفقاء کار حضور کی سی تیز رفتار سے چل نہیں سکتے تھے۔

اخویم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی بی۔ اے مرحوم (ناظر امور عامہ و خارجہ قادیان) نے مجھے بارہا سنایا کہ تقسیم سے پہلے نائب ناظر امور عامہ تھا۔ میری تربیت کی خاطر حضور بہت سی ڈاک پر جو امور عامہ کو بھجواتے تو خطوط اور چٹھیوں پر میرا نام تحریر فرما دیتے۔ تا میں ان پر کارروائی کروں۔ ایک شام کو حضور کا ارشاد ملا کہ محترم مولوی فضل الدین صاحب نائب مشیر قانونی نظارت امور عامہ کو لے کر موضع بھینی بانگر متصل محلہ دار الانوار جاؤں اور ایک جھگڑے کے متعلق بیانات لے کر رات کو رپورٹ پیش کروں۔ میں نے محلہ دار الرحمت سے محترم مولوی صاحب کو لیا اور بیانات لئے کہ کوئی بارہ بجے رات ہم فارغ ہو گئے۔ میں دفتر امور عامہ (متصل مسجد اقصیٰ) میں آ گیا۔ کام کی زیادتی کی وجہ سے میں شب و روز

دیر رہتا تھا۔ کوئی اڑھائی بجے رات میں نے رپورٹ مکمل کی۔ اتنی رات گذر جانے پر کبھی خیال کرتا کہ حضور کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ بے وقت حضور کو بے آرام کیا جائے۔ صبح علی الصبح پیش کر دوں گا۔ پھر یہ خیال آتا کہ حضور کا ارشاد رات کو ہی رپورٹ پیش کرنے کا تھا۔ بالآخر میرے دل نے یہ فیصلہ کیا کہ تعمیل ارشاد میں ابھی پیش کرنے کی کوشش کروں۔ قصر خلافت کا دروازہ محترم غلام محمد صاحب پہرہ دار نے کھولا۔ میری بات سنکر انہوں نے کہا کہ حضور نے ابھی ابھی روشنی بند کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور سو جاگ کر ابھی ابھی بستر استراحت پر ہوں گے۔ اس لئے بیدار کرنا مناسب نہیں۔ میں نے حضور کے ارشاد کا ذکر کیا۔ تو کہنے لگے کہ میں تو جرأت نہیں کر سکتا۔ آپ خود کوشش کر لیں۔ چنانچہ میں نے سیڑھیوں پر جا کر السلام علیکم عرض کیا تو فوراً حضور کی آواز آئی۔ کون ہے۔ اور عرض کرنے پر اسی وقت تشریف لے آئے اور فرمایا کہ میں اسی رپورٹ کے انتظار میں تھا۔ اور ساری رپورٹ ملاحظہ کر کے ہدایت دیں۔ تب میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لایا کہ غلط توجیہ کر کے صبح پر رپورٹ پیش کرنا ملتوی کرنے کی نازیبائی سے بچ گیا۔

فسادات ۱۹۴۷ء میں مرضی منفو اللہ بیک پر حملہ ہونے پر وہاں کے اور بہت سے مواضعات کے احباب رات کو قادیان میں تعلیم الاسلام کالج میں پہنچے۔ کوئی اڑھائی بجے شب راقم بالائی منزل پر گیا اور حضرت مرزا ناصر احمد صاحب (ایدہ اللہ تعالیٰ) کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رض کی خدمت میں غالباً آج تک اس بارہ میں اطلاع نہیں گئی۔ کچھ تفصیل مجھے بتا کر فرمایا کہ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رض کی خدمت میں تفصیل عرض کر دوں۔ وہ خود حضور کی خدمت میں بھی یہ تفصیل پہنچا دیں گے چنانچہ میں نے حضرت میاں صاحب رض کا دروازہ کھٹکھٹایا اور آپکی خدمت میں عرض کی پہلے تو فرمایا کہ یہ حضور کی خدمت میں عرض کر دونگا پھر فرمایا تم بھی ساتھ چلو۔ ان دنوں قصر خلافت میں کوئی ساری رات ڈیوٹی پر ہوتا تھا۔ اور جاگتا رہتا تھا چنانچہ ایک نوجوان کارکن داؤد احمد صاحب نے بیرونی دروازہ کھولا اور سیڑھیوں پر جا کر ایک ہی بار السلام علیکم کہا تو حضور نے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے۔ اور حضرت میاں صاحب رض کی آمد کا سنکر دروازہ کھول دیا۔ حضرت میاں صاحب رض اندر گئے تھوڑی دیر کے بعد واپس آ گئے تو حضور نے دروازہ پر مجھ سے بھی ساری تفصیل سنی اور ہدایات دیں۔ حضور کی ہجرت سے قبل خاکسار کی یہ آخری ملاقات تھی۔ خاکسار نے دیکھا کہ حضور کی خدمت میں آواز دی اور فوراً حضور نے جواب دیا۔ اور دروازہ کھول دیا۔ جبکہ باوجود حضرت میاں صاحب رض کی پہونچنے کے آپ کے بیدار کرنے میں کچھ وقت لگا

مکرم صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب نے درویشی کے ابتدائی زمانہ میں خاکسار سے ذکر کیا تھا کہ حضور نے تقسیم ملک سے قبل ہی گھر میں کہہ دیا تھا کہ ہجرت کی پیشگوئی پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے اور حضور فرش پر سوتے تھے اور گھروں میں کہہ دیا تھا کہ کھانا دفتر میں پہنچا دیا کریں۔ اور آپ کے کھانا کھانے کا انتظار نہ کریں۔ دوسرے وقت میں برتن اٹھا لئے جائیں۔ حضور دعاؤں اور استغفار میں فکرمندی میں شب و روز گذارتے تھے۔ مکرم ملک غلام فرید صاحب ایم۔ اے (مترجم انگریزی قرآن مجید) نے خاکسار سے ذکر کیا کہ جب لا غالباً ۱۲ر نومبر ۱۹۴۷ء) کو میں قادیان سے رتن باغ لاہور پہنچا۔ اور حضور کی خدمت میں آمد کی اطلاع بھجوائی تو حضور نے ملاقات کے لئے اوپر بلوا لیا۔ ابھی میں سیڑھیاں چڑھ ہی رہا تھا تو قادیان کے حالات جلد معلوم کرنے کے لئے بیتابی میں حضور ننگے سر اور ننگے پاؤں سیڑھیوں کے وسط تک اتر آئے۔ اور مجھے دیکھتے ہی نہایت بے قراری سے حضور نے احباب قادیان کی خیریت دریافت کی اور معلوم کر کے بہت ہی مسرور ہوئے۔ اور مجھے اوپر کمرہ میں لے جا کر گفتگو فرمائی۔

اللّٰھم اکرم مثواہ فی الجنۃ۔

آمین :

اپنے ایک عہد کی تجدید

معاصر صدق جدید کا ایک فکر انگیز شذرہ

سیدنا حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت پر ربوہ میں حضور کی نماز جنازہ ادا کئے جانے کی تفصیلات اخبار بدر میں شائع ہو چکی ہیں اس سے ایک حصہ نقل کر کے مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی نے اپنے مؤقر ہفت روزہ صدق جدید لکھنؤ میں "ایک تجدید عہد" کے عنوان سے حسب ذیل شذرہ قلمبند کیا:۔

"ایک تجدید عہد" "میں چاہتا ہوں کہ نماز جنازہ ادا کرنے سے قبل ہم سب اپنے رب رؤف کو گواہ بنا کر اس مقدس منہ کی خاطر جو چند گھڑیوں میں ہماری آنکھوں سے اوجھل ہونیوالا ہے اپنے ایک عہد کی تجدید کریں۔ اور وہ عہد یہ ہے کہ ہم دین اور دنیا کے معاملے کو دنیا اور اسکے سب سامانوں اور اس کی ثروت اور وجاہت پر ہر حال میں مقدم رکھیں گے اور دنیا میں دین کی سربلندی کے لئے مقدور بھر کوشش کریں گے"۔

یہ تقریر جماعت احمدیہ (قادیانی) کے نئے امام نے سابق امام کے جنازے کے سامنے لاؤڈ سپیکر پر کی۔ ۔۔۔ اس بحث میں نہ الجھئے کر عہد لینے والا کون تھا اور اس کے عقیدے کیا اور کیا ہیں۔ نظر صرف اس پر جانی چاہئے کہ خود یہ عہد کیسا ہے اور ہم کو آپ کو اس سے کوئی سبق ملتا ہے یا نہیں ؟!!

اگرچہ مولانا دریابادی صاحب نے اپنے ہی ہم عقیدہ مسلمانوں کو دعوت فکر دی ہے۔ اب ان لوگوں کا کام ہے کہ اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور و فکر کریں

حضرت امام جماعت احمدیہ نے جس عہد کی تجدید کرنے کا احباب جماعت کو ارشاد فرمایا۔ وہ وہی مقدس عہد ہے۔ جو آج سے بہت پہلے حضرت مقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے ان الفاظ میں پیش کیا:۔

"میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا"

درحقیقت یہ وہ اثر انگیز نعرہ تھا جو ایک مسلمان کو کام کا مسلمان بنا دیتا اور اس کے اندر خوشگوار تبدیلی پیدا کرتا ہے۔ لیکن افسوس کہ عامۃ المسلمین نے اس کی اہمیت کو نہ سمجھا اور ایک لمبا زمانہ ادھر ادھر دھکے کھاتے پھرے خدا تعالیٰ کے برگزیدہ افراد روحانی طبیب ہوتے ہیں جن کے بتائے ہوئے نسخہ کو استعمال کرنے سے انسان کی روحانی بیماریاں دور ہوتی ہیں۔ اندرونی بگاڑ کے رفت بو شخص اس نسخہ کو استعمال نہیں کرتا وہ کبھی شفا کا منہ نہیں دیکھ سکتا چنانچہ مسلمانوں کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ انہوں نے اپنی طرف سے بہتیرے جتن کئے کہ کسی طرح وہ موجودہ تنزلی کی حالت سے نکل جائیں مگر نتیجہ سب کے سامنے ہے۔ اس کے برعکس ایک طبقہ کو خدا تعالیٰ کے مامور اور مرسل کی آواز پر لبیک کہنے کی توفیق ملی انہوں نے اس عہد کو حرز جان بنایا اور اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش میں لگ گئے۔ خدا تعالیٰ نے اُن کی مساعی میں برکت دی اور آج جبکہ اس مقدس جماعت کی مخلصانہ کوششوں کے خوش کن نتائج ایک دنیا کے سامنے ہیں تو خردمند لوگوں کو عامۃ المسلمین کی اس خطرناک غلطی کا احساس ہو رہا ہے۔ لیکن اس کے لئے بھی جب تک قرآن کریم کے بتائے ہوئے طریق پر عملدرآمد نہ ہوتا۔ خوشگوار نتائج کی توقع محال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا کہ

ان اللہ لا یغیر ما بقوم
حتی یغیروا ما بانفسھم

کہ خدا تعالیٰ انہیں لوگوں کی حالت میں تبدیلی لاتا ہے جو خود ہمت کرے پہلے اپنے اندر تبدیلی لانے کی جدوجہد کرتے ہیں۔

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی بات کوئی نئی نہیں بلکہ یہی تو "مسلمان" کی اصل شان ہے کہ اس کی زندگی اور موت خدا ہی کی منشا اور اس کی رضا کے تحت ہو۔ اگر ایک مسلمان مسلمان کہلاتے ہوئے دین کو وہ اہمیت نہیں دیتا جس کا اس سے مطالبہ کیا گیا ہے تو وہ کس منہ سے اپنے تئیں اُن انعامات کا مستحق سمجھتا ہے جو خدا تعالیٰ کے اطاعت گذار افراد کے لئے مخصوص ہے۔

بہرحال خدا کا شکر ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے جماعت کے سامنے ایک عہد رکھا جماعت نے اس کو یاد رکھا اور اسی کے مطابق اپنے اعمال و افعال کو چلایا۔ جب آپ اللہ کے حضور حاضر ہو گئے تو حضرت مصلح موعود نے آپ کے جنازہ کے سامنے اسی مستحکم کا عہد کیا جسے آپ رض نے تازیست یاد رکھا۔ جب آپ رض بھی اللہ کو پیارے ہوئے تو جماعت احمدیہ کے موجودہ امام نے اسی عہد کی تجدید کا جماعت سے اقرار لیا۔ پہلوں نے اس عہد کی برکات سے وافر حصہ پایا۔ خدا کرے کہ آنیوالے احمدی بھی ان کے ارث [illegible]

خلافتِ ثانیہ کا عظیم کام

(اور)

ترقی اسلام کے دو آسمانی راز

فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ جو شخص کسی مسئلہ پر امت کے اجماع کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ عندالعقل بھی اس قسم کا اجماع ممتنع اور غیر ممکن ہے۔ کیونکہ بُعدِ زمانی و مکانی اس امر کے مانع ہے اس کے باوصف یہ حقیقت ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے موقعہ پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے دو اجماع ثابت ہیں۔ جن سے انکار ممکن نہیں۔ اول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات دوم تقرر خلافت۔

یہ دونوں اجماع درحقیقت قرآن کریم اور احادیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے آئینہ دار اور صحابہ کرام کی پاک باطنی کے ضامن اور مسیح موعودؑ اور مصلح موعودؓ کے کارہائے نمایاں کے مصدق ہیں۔ بعد میں آنے والے مسلمانوں نے ان دونوں عظیم الشان نکات کو نظرِ تعمق سے نہ دیکھا اور ان بے بہا الزامات کی طرف پوری توجہ نہ دی۔ جس کے نتیجہ میں مسلمان آہستہ آہستہ بیرونی اعتبار سے صلیبی اور دجالی تہذیب کی تلبیسات کے نرغہ میں گھر گئے۔ اور اندرونی اعتبار سے بھی خلافت راشدہ کے بعد آہستہ آہستہ انشقاق و اختلاف کے شکار بن کر فرقہ در فرقہ ہو گئے۔ اور آسمانی برکات سے اسی طرح خالی ہو گئے جیسے کبوتر گھونسلے میں سے پرواز کر جاتا ہے۔

آج اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا عظیم کام جو جماعت احمدیہ کے ذریعہ سے عمل میں آ رہا ہے۔ اس کا ان دونوں اجماعوں سے گہرا تعلق ہے۔ بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ اس چودھویں صدی میں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی ترقی کے یہ دو راز ہیں جو سیدنا حضرت مسیح موعودؑ اور سیدنا حضرت المصلح الموعود کے مقدس ہاتھوں سے منکشف ہوتے ہیں۔ اور ان دو رازوں کو منکشف کرنے کے بعد نہایت پرحکمت انداز میں ایک یقینی شاہراہ پر جماعت کو لگا دینے کا سہرا درحقیقت انہی دو قابل احترام ہستیوں کے سر ہے۔

اجماعِ اوّل

تاریخ اسلام کا یہ ایک مشہور واقعہ ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے موقعہ پر حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ تلوار لے کر کھڑے ہو گئے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ محمد صلعم وفات پا گئے ہیں۔ میں اس کا سر تن سے جدا کر دوں گا۔ یہ درحقیقت فرطِ محبت کا ایک مظاہرہ تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اسی نازک موقعہ پر مسجد نبوی کے منبر پر کھڑے ہو کر یہ خطبہ پڑھا تھا کہ یا ایہا الناس من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت" کہ اے لوگو جو شخص محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ آپ وفات پا گئے ہیں۔ اور جو شخص اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتا تھا اُسے یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ زندہ ہے اور وہ مرا نہیں کرتا۔ اس موقعہ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی کہ:-

وما محمد الا رسول قد خلت
من قبله الرسل (آل عمران)

یعنی محمدؐ اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں اور آپ سے پہلے سب رسول وفات پا چکے ہیں۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی اور میں دھڑام سے زمین پر آ گرا اور ایسے معلوم ہوا جیسے یہ آیت کریمہ ابھی ابھی نازل ہوئی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اس استدلال سے تمام صحابہ کرام نے خاموش رہ کر اتفاق کا اظہار فرمایا۔ ظاہر ہے کہ اگر کسی ایک صحابی کا بھی اس وقت یہ عقیدہ ہوتا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام بجسدِ عنصری آسمان پر زندہ موجود ہیں تو حضرت ابوبکرؓ اس استدلال کی مخالفت کرتے لیکن کسی کمزور سے کمزور روایت میں بھی ایسا کوئی تذکرہ نہیں پایا جاتا۔

اجماعِ ثانی

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے موقعہ پر صحابہ کرام کا دوسرا اجماع بیعتِ خلافت پر ہوا تھا۔ اور یہ اجماع بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ہاتھ پر ہوا۔ یہ امر ان دونوں اجماعوں کے مابین ربطِ تعلق کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اجماع ثانی بھی درحقیقت قرآن کریم اور احادیث نبویہ کا عکس تھا۔ جو صحابہ کرام کے اجماع کی صورت میں جلوہ گر ہوا۔ سورہ نور جو درحقیقت اسلامی تمدن و معاشرت کے احکام کا مرکز ہے اس سورہ کا مرکز آیت استخلاف ہے جس میں مسئلہ خلافت اس کے لوازمات اور برکات کی وضاحت کی گئی ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے عہد خلافت میں ایک فتنۂ عظیم برپا ہو گیا۔ اور عزل خلفاء کا نعرہ لگایا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتنوں نے اور بھی خطرناک صورت اختیار کر لی اور بالآخر حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر خلافت راشدہ کا خاتمہ ہو گیا۔

قصرِ خلافت میں تزلزل

بعد میں آنیوالے مؤرخین نے حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں پیدا ہونے والے فتنے کی ذمہ داری بعض صحابہ کرام پر بھی ڈالی ہے اور خود حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی مقدس ذات پر بھی بعض اعتراضات کئے ہیں۔ اور مسلمانوں اور غیر مسلموں کی طرف سے خلفاء راشدین پر طرح طرح کے بہتان باندھے گئے ہیں۔ اہل تشیع کے فرقے تو خلفاء ثلاثہ کو نہ صرف مانتے ہی نہیں بلکہ تبرا بھی کرتے ہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بلا فصل یقین کرتے ہیں۔ باقی مسلمان مؤرخین و مدبرین نے بھی کچھ اس انداز سے حضرت عثمان اور حضرت علی کے عہدِ خلافت کو پیش کیا ہے کہ خلافت راشدہ کا امتیاز و وقار ختم ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے بعد میں آنے والے مسلمانوں نے مسئلہ خلافت کے متعلق بہت اختلاف کیا ہے عملی طور پر تو خلافت راشدہ کا خاتمہ ہی ہو گیا۔ تاہم اس کی جگہ ملوکیت نے لے لی۔ اس طرح مسئلہ خلافت بھی قریب قریب مسئلہ حیات و ممات مسیح کی ڈگر پر چل پڑا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان آہستہ آہستہ اسلامی تہذیب و تمدن اور معاشرت سے دور جا پڑے اور شیرازہ بکھر گیا۔

بالآخر تیرھویں اور چودھویں صدی مسلمانوں کے لئے انتہائی تنزل و انحطاط کی صدیاں ثابت ہوئیں۔ اور اسی چودھویں صدی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی تخم ریزی کا بھی ہو گئی۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق ایک مرتبہ پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہو گئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح اول اللہ تعالےٰ عنہ کے عہد خلافت میں ہی بعض "اکابر" نے خلافت احمدیہ کے متعلق ریشہ دوانیاں شروع کر دی تھیں۔ لیکن چونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث خلافت علیٰ منہاج النبوۃ میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے موقعہ پر خلافت کے دوام کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "الوصیت" میں "دائمی" کا لفظ بالوضاحت استعمال فرمایا تھا۔ اور اس کا سہرا روزِ ازل سے مسیح موعود کے حسن و احسان میں لپٹے ہوئے المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے سر بندھنے والا تھا۔ اس لئے عین عنفوانِ شباب میں ہی سیدنا "محمود" نے باغیانِ خلافت کی سرکوبی شروع فرما دی تھی۔ اور آخر خلافتِ ثانیہ کے انتخاب کے موقعہ پر "بلی تھیلے سے باہر آ گئی" اور منکرینِ خلافت نے ایک مستقل محاذ قائم کر لیا اور پوری شدت کے ساتھ خلافتِ ثانیہ پر تیر برسانے شروع کر دیئے۔ لیکن برکاتِ خلافت کا وہ راز جسے قرآن و حدیث نے بیان فرما دیا تھا۔ اور صحابہ کرام کے دوسرے اجماع میں بھی اس کی تائید و تصدیق ہو چکی تھی۔ اب اس راز کو کامل انکشاف کے بعد "دوام" حاصل ہونے والا تھا۔ لہذا اس کے کہ وہ تیرہ سو سال کے دبیز پردوں میں مستور ہو چکا تھا اس لئے خلافت ثانیہ میں پیدا ہونے والا اندرونی اور بیرونی فتنہ مسئلہ خلافت کو اور زیادہ واضح مبرہن اور مستحکم کرتا چلا گیا۔ لہذا آج سیدنا المصلح الموعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنا کام ختم کر کے اللہ تعالےٰ کے حضور پہنچ گئے ہیں تو جماعت احمدیہ اس مقام پر فائز ہو چکی ہے کہ جس طرح جماعت احمدیہ "وفاتِ مسیح" کو کبھی بھول نہیں سکتی۔ اسی طرح یہ مقدس جماعت مسئلہ خلافت اور دوامِ خلافت کو بھی کبھی بھول نہیں سکتی۔

دو محاذ

سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے استحکام خلافت کے لئے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں اس کے دو محاذ ہیں۔ اول خلافت علیٰ منہاج النبوۃ بعد وصال رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیچ در پیچ غلط فہمیوں کا ازالہ۔ دوم خلافت علیٰ منہاج النبوۃ مسیح موعود علیہ السلام یعنی خلافت راشدہ اولیٰ کے متعلق تیرہ سو سال میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان غلط یا کم غلط فہمیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ جس کی وجہ سے

خلفاء راشدین اور صحابہ کرام پر ایسے ایسے الزامات لگائے جاتے تھے کہ جن کا جواب دینے کے لئے کوئی تیار نہ تھا۔ حضرت اقدس نے قرآن کریم و احادیث کی پیشگوئیوں اور تاریخی واقعات کو علم و درایت کی کسوٹی پر پرکھ کر اور مقام خلافت پر کھڑے ہو کر عملی طور پر کچھ اس انداز سے مدلل و مکمل روشن فرمایا ہے کہ اس کی نظیر تیرہ سو سال میں دکھائی نہیں دیتی۔ اس سلسلہ میں حضور رضی اللہ عنہ کی تصنیف لطیف "اسلام میں اختلافات کا آغاز" میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں پیدا ہونے والے فتنوں کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ اور بالبداہت ثابت کیا گیا ہے کہ خلافت راشدہ میں پیدا ہونے والے فتنوں کی ذمہ داری نہ تو خلفاء راشدین پر عائد ہوتی ہے اور نہ ہی اس کے ذمہ دار صحابہ کرام تھے بلکہ یہ سبب فتنۂ منافقین، اور فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے والے غیر تربیت یافتہ نو مسلموں اور غیر مسلموں کی سازشوں کا نتیجہ تھے۔ اس کے علاوہ کچھ اور وجوہات بھی تھیں جن کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں۔

یہ تصنیف درحقیقت حضرت اقدس کی ایک تقریر کا ماخذ ہے جو حضور نے اوائل زمانہ خلافت میں "مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی" اسلامیہ کالج لاہور کے زیرِ اہتمام کئی ہزار کے مجمع میں بیان فرمائی تھی۔ اور بڑے بڑے مدبرین اور تاریخ دان اس تقریر پر عش عش کر اٹھے۔ اس تقریر کو انہوں نے کتابی صورت دینے پر زور دیا۔ چنانچہ اس کی اشاعت بھی حسب ہدایت جناب سید عبد القادر صاحب ایم۔ اے پروفیسر تاریخ اسلامیہ کالج لاہور عمل میں آئی۔ موصوف اس تصنیف کی تمہید لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:—

"فاضل باپ کے فاضل بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے نام نامی اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ یہ تقریر نہایت عالمانہ ہے۔ مجھے بھی اسلامی تاریخ سے کچھ شُدبُد ہے اور میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان بہت تھوڑے مورخ ہیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد کے اختلافات کی تہ تک پہنچ سکے ہیں۔ اور اس مہلک اور پہلی خانہ جنگی کی اصل وجوہات کو سمجھنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کو نہ صرف خانہ جنگی کے اسباب سمجھنے میں کامیابی ہوئی ہے بلکہ انہوں نے نہایت واضح اور مسلسل پیرائے میں ان واقعات کو بیان فرمایا ہے جن کی وجہ سے ایوانِ خلافت مدت تک تزلزل میں رہا۔ میرا خیال ہے کہ ایسا مدلل مضمون اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب کی نظر سے پہلے کبھی نہیں گذرا ہوگا۔"

(اسلام میں اختلافات کا آغاز)

محاذِ ثانی دوسرا محاذ جماعت احمدیہ میں قائم ہونے والی خلافت علیٰ منہاج النبوت کو استحکام و دوام بخشنے کا ہے حضرت اقدس نے اس سلسلہ میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں ان میں سے نمایاں حیثیت اس بات کو حاصل ہے کہ حضور نے آیندہ آنے والے خلفاء کے رستوں میں جو رکاوٹیں پیدا ہو سکتی تھیں ان رکاوٹوں کا پوری طرح قلع قمع فرما دیا ہے۔ اور جماعت کو اس مضبوط چٹان پر کھڑا کر دیا ہے کہ جماعت احمدیہ جس طرح مسئلہ "وفات مسیح" کو کبھی بھول نہیں سکتی اسی طرح مسئلہ دوامِ خلافت کو بھی کبھی بھول نہیں سکتی۔

صالح اسلامی معاشرہ کی تکمیل خلافت کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں آیت استخلاف سورہ نور میں رکھی گئی ہے۔ اور سورہ نور درحقیقت اسلامی تمدن و معاشرت کا مرکز ہے۔ آیت استخلاف میں ایمان بالخلافت رکھنے والوں سے وعدہ کیا گیا ہے کہ اگر وہ خلافت کے قیام و بقا کے لئے اپنی عملی جد وجہد جاری رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ اس انعام کو ہمیشہ کے لئے جاری فرما دے گا۔ پس یہ وعدہ الٰہی ایمان بالخلافت اور خلافت کے قیام و بقا کے لئے عمل و جدوجہد کو جاری رکھنے کی شرط سے مشروط ہے۔

ایک واقعہ مجلس علم و عرفان قادیان دارالامان جو بعد نماز مغرب مسجد مبارک میں منعقد ہوا کرتی تھی۔ اس میں باہر سے آنے والے مہمان حضرت اقدس کے مصافحہ سے بھی مشرف یاب ہوا کرتے تھے اور حضور انور نہایت لطیف اور ایمان افروز پیرایہ میں عرفان و حکمت کے موتی بکھیرا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک غیر مسلم یا غیر احمدی مہمان نے سوال پیش کیا کہ جب کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی خود حفاظت فرماتا ہے تو یہ باڈی گارڈ آپ کی حفاظت کے لئے کیوں مقرر کئے گئے ہیں۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ بلا شبہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کی حقیقی حفاظت فرماتا ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ قوم یا فرد پر کوئی انعام نازل فرماتا ہے تو اس انعام کے قیام و بقا کے لئے ذمہ داری بھی اس پر ڈالی جاتی ہے اور اگر وہ فرد یا قوم اپنی ذمہ داری میں کوتاہی کرتی ہے تو وہ انعام اس سے چھن جاتا ہے پس جماعت احمدیہ خلافت کو بہت قیمتی متاع یقین کرتی ہے اس لئے وہ اس انعام کو زیادہ عرصہ تک قائم رکھنے کیلئے حتی الوسع حفاظتی تدابیر پر عمل کرتی ہے۔ اور ہر چیز کی حفاظت اس کی اہمیت کے مطابق ہر ذی عقل انسان کرتا ہے۔

پھر فرمایا کہ یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد پے در پے تین خلفاء راشدین منافقین کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ اور بعد میں یہ انعام بھی ایک لمبے عرصہ کیلئے مسلمانوں سے چھن گیا۔ تو کیا اب بھی مسلمانوں کی آنکھیں نہ کھلیں؟ (معلوم) خلافت حقہ اسلامیہ کے قیام و بقا کے لئے ایمان بالخلافت رکھنے والے مومنین پر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے اسے تاریخی حقائق کی روشنی میں حضور رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ میں پوری وضاحت کے ساتھ بیان فرما دیا ہے۔ کیونکہ خلافت ایک قومی انعام ہے اور عظیم الشان انعام ہے اس لئے ایمان بالخلافت رکھنے والی قوم کا یہ اولین فرض ہے کہ وہ اس معاملہ میں پوری طرح چوکس، ہوشیار، اور سینہ سپر رہے۔

آیت استخلاف، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں اور صحابہ کرام کے اجماع کے علاوہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں خلافت حقہ اسلامیہ کی کیفیت و کمیت کے متعلق بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ حضور فرماتے ہیں:—

"ہر نبوت کے بعد خلافت ہوتی ہے اور میرے بعد بھی خلافت ہوگی اس کے بعد ظالم حکومت ہوگی۔ اس کے بعد جابر حکومت ہوگی یعنی غیر قومیں آکر مسلمانوں پر حکومت کریں گی جو زبردستی مسلمانوں سے حکومت چھین لیں گی اس کے بعد فرماتے ہیں کہ پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ہوگی۔" (مشکوٰۃ)

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق مشاہدہ نے بھی فرما دی ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہو گئی ہے۔ یہاں یہ لطیف نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضور نے ثانی الذکر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے بعد انقطاع کی طرف کوئی اشارہ نہیں فرمایا جو اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ مسیح موعود کے بعد خلافت کو دوام حاصل ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس حقیقت کو بالکل واضح فرما دیا ہے۔ آپ نے الوصیت میں آیت استخلاف سے استدلال فرما کر خلافت حقہ اسلامیہ کی وضاحت فرمائی ہے اور اس خلافتِ راشدہ کا تذکرہ فرما کر جس کا آغاز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا تھا۔ حضور نے اپنے بعد بھی اسی طرح کی خلافت کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اور اسے قدرت ثانی قرار دیتے ہوئے "دائمی" اور غیر منقطع قرار دیا ہے۔ حضور فرماتے ہیں:—

"اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔"

(الوصیت ص۶)

"پیغامی" اکابر نے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی اور اس بیعتِ خلافت کو الوصیت کے مطابق قرار دے کر دستخط بھی کر دیئے اور اخبارات میں بھی شائع کر دیا۔ لیکن وہ "دائمی" کے لفظ پر ایمان نہ لائے اور یہ خیال کیا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد تو چار خلفاء راشدین ہو گذرے تھے لیکن مسیح موعود علیہ السلام کے بعد ایک ہی خلیفہ کے بعد خلافت کے سلسلہ کو "منقطع" کر دیا جاتے۔ حالانکہ پیغامیوں کا یہ وسوسہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ بالا تحریر کے خلاف اعلانِ جنگ تھا۔ اور یہی امر ان کی عبرتناک ناکامی پر منتج ہوا۔ یہی وہ لفظ "دائمی" ہے جس کی تکمیل روزِ ازل سے سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کے ہاتھ پر مقدر تھی۔ چنانچہ حضور کا عہدِ خلافت آیت استخلاف کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ اور ہر بیرونی اور اندرونی فتنہ جو حضور کے مبارک عہد خلافت میں اٹھا اس نے مسئلہ خلافت کو جماعت احمدیہ کے دلوں میں اور زیادہ راسخ اور مستحکم کر دیا۔ اور بالآخر عزل خلفاء کے فتنہ کے موقعہ پر

حضور انور نے دوام خلافت کے عقیدہ کو جماعت کے عہد میں درج فرما کر اپنے اس عظیم الشان کارنامہ کی تکمیل فرمادی اور اب جماعت احمدیہ "دوام خلافت" کی حقیقت کو بھی اسی طرح کبھی بھلا نہیں سکتی جس طرح یہ مقدس جماعت "وفات مسیح" کی حقیقت کو کبھی بھول نہیں سکتی اور اس طرح ہر فرعونے را موسےٰ کی ضرب المثل بالکل سچ اور حق ثابت ہوئی۔

قدرت ثانی کا ظہور حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقدس ہاتھ پر ہوگیا۔ لیکن اس "قدرت ثانی" کو استحکام اور دوام سیدنا المصلح الموعود کے ہاتھ پر مقدر تھا۔ اسی لئے "الوصیت" کے اسی مقام پر جہاں قدرت ثانی کو "دائمی" قرار دیا گیا ہے اور آیت استخلاف کو درج فرما کر حضور نے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے اپنے بعد جاری ہونے کی تصریح فرمائی ہے وہیں پر حضور نے اعلام الٰہی کے تحت یہ وضاحت بھی فرمادی ہے کہ اس کام کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ حضور کی ذریت میں سے ایک شخص کو کھڑا کرے گا۔ اور اس کے لئے جماعت کو اکٹھے ہو کر دعائیں کرنے کا بھی ارشاد فرمایا ہے۔ اور اس کے ظہور سے پہلے اکٹھے مل کر کام کرنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ نیز مصلح موعود کی بعض صفات بھی بیان فرمادی ہیں۔ حضور فرماتے ہیں:-

"سو خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو۔ اور چاہیئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو۔ اور تمہیں دکھادے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے"۔
(الوصیت ص)

"خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ میں تیری جماعت کے لئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کروں گا اور اس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کروں گا۔ اور اس کے ذریعہ سے حق ترقی کرے گا۔ اور بہت سے لوگ سچائی قبول کریں گے۔ سو ان دنوں کے منتظر رہو"۔
(الوصیت ص حاشیہ)

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے جب تک کوئی خدا سے روح القدس پاکر کھڑا نہ ہو سب مل کر کام کرو"۔ (الوصیت ص۹)

ان تحریرات کو اس مشاہدہ کے آئینہ میں دیکھا جائے جو سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے عہد خلافت میں مرکوز ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان تحریرات کا ایک ایک لفظ سیدنا حضرت مصلح موعود کی صداقت پر مہر لگا رہا ہے اور بالبداہت یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ خلافت حقہ اسلامیہ کو دوام بخشنے کا کام درحقیقت روز ازل سے مصلح موعود کے سپرد ہونے والا تھا۔ سو ایسا ہی ہوا۔

ایک سوال اور اس کا جواب

بعض لوگ یہ سوال پیش کیا کرتے ہیں کہ بلاشبہ خلافت راشدہ کا دور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت تک ایک مثالی دور اور اسلامی معاشرہ کی جیتی جاگتی تصویر تھا لیکن یہ قائم کتنے دنوں رہا! چند سال کے بعد تو پھر وہ خانہ جنگیاں ہوئیں کہ الامان والحفیظ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام کے دو دور مقدر ہیں ایک تکمیل شریعت کا چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تکمیل شریعت من کل الوجوہ منصۂ شہود پر آگئی سنت خلفاء راشدین سے بھی تمسک کرنے کا حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اسی لئے خلفاء راشدین کے ذریعہ سے بتا دیا گیا کہ نبوت کے بعد بہترین نظام نظام خلافت ہے۔ لیکن یہ ایک وعدہ تھا جو مشروط تھا۔ پس جب شرط ختم ہو گئی تو مشروط کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ تاہم دنیا کے سامنے یہ حقیقت واضح ہے کہ اسلام میں بہترین نظام نظام خلافت ہے۔ جب اس کی شرط نہ رہی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے کم درجہ کا انعام جاری فرمادیا۔ یعنی ملوکیت اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کو اسلام کی تکمیل اشاعت والے دور ثانی کے لئے ملتوی فرمادیا۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ اول تکمیل اشاعت کے لئے طبعاً مستحکم نظام کی ضرورت تھی دوم دور حاضرہ میں ہر شعبۂ زندگی میں زیادہ تنظیم پائی جاتی ہے ایسی تنظیم کہ جس کی نظیر پہلے زمانوں میں نہیں ملتی اس لئے ضرورت تھی کہ اسلام کا بھی بہترین نظام پھر سے قائم کر دیا جائے تاکہ موازنہ کرنے میں آسانی رہے اور یہ موازنہ صرف حالات حاضرہ پر ہی غور کر کے نہ کیا جائے بلکہ نتائج کے اعتبار سے بھی نظام اسلام کی برتری ثابت ہو۔ آج دنیا میں دو انداز فکر کے نظام رائج و قائم ہیں ڈکٹیٹرشپ اور جمہوریت۔ اسلام کا نظام خلافت اس کے بین بین ہے یعنی خلیفۂ وقت کا انتخاب مخصوص مومنین کرتے ہیں لیکن وہ معزول نہیں کر سکتے۔ اسی طرح خلیفۂ وقت کا فیصلہ اگرچہ آخری فیصلہ ہوتا ہے۔ لیکن وہ شریعت اسلامیہ کے تابع بھی ہوتا ہے۔ پس ڈکٹیٹر اور خلیفۂ وقت میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ اسی طرح جمہوریت اور نظام خلافت میں بھی فرق ہے۔

بہرحال یہ عظیم الشان حکمت بھی اس میں پنہاں تھی کہ دنیا میں جب بڑی بڑی تحریکیں نہایت منظم صورت میں نمودار ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کا بہترین نظام یعنی نظام خلافت قائم فرمادیا۔ اگرچہ اس کے بالمقابل بڑے بڑے صاحب اقتدار نظام قائم ہیں۔ لیکن بالآخر جب بعد از مقابلہ نتیجہ کے اعتبار سے بھی عملی طور پر نظام خلافت کی برتری ثابت ہو جائے گی۔ تو ساتھ ہی ساتھ تکمیل اشاعت کی غرض بھی پوری ہو جائے گی۔

اس موقعہ پر یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ ضروری نہیں ہوتا کہ ایک چیز کی تکمیل اس کے آغاز میں ہی ہو جائے۔ جیسے صلیبی عقیدہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی موجود تھا اور بڑے زور و شور سے موجود تھا۔ لیکن اس کے انسداد کے لئے مسیح موعود کو تیرہ سو سال بعد کھڑا کیا گیا۔ کیونکہ دور حاضرہ میں صلیبی عقیدہ کی زہرناک تاریں ہر دل و دماغ میں پہنچ چکی تھیں۔ اس لئے آج اس کے انسداد کی اور زیادہ ضرورت تھی۔ پس اسی طرح ہم یہ کہتے ہیں کہ بلاشبہ خلفاء راشدین کے بعد بھی اگر نظام خلافت قائم رہتا تو اور زیادہ اچھا تھا لیکن ساتھ ہم یہ بھی کہیں گے کہ دور حاضرہ کی زہرناک ہوائیں اور بڑی بڑی منظم تحریکیں اس امر کی زیادہ متقاضی تھیں کہ نظام خلافت پھر سے قائم ہو جائے۔ کیونکہ ہر امر کے لئے ایک وقت مقرر ہے کل امر مرھون باوقاتہا۔

خلاصہ کلام یہ کہ مسئلہ "وفات مسیح" اور مسئلہ "دوام خلافت" کی بنیاد قرآن کریم اور احادیث نبوی ہیں۔ اور ان دونوں مسائل پر الصحابہ کرام کا اجماع بھی ہوا۔ لیکن بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لئے یہ دونوں مسائل ایک گمراہانہ ثابت ہوتے۔ اور بالآخر ان رازوں کو اسلام کی نشأۃ ثانیہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقدس ہاتھوں سے انکشاف میں بدل دیا گیا۔ اور اب یہ اسلام کی ترقی کے وہ عظیم الشان حربے ہیں جن کے ذریعہ سے اسلام اور احمدیت کے حق میں تمام دنیا کو فتح کیا جارہا ہے۔ یا پھر مصلح موعود والی پیشگوئی کے الفاظ میں یہ کہنا چاہیئے کہ فتح اور ظفر کی یہ کلید ہے اور حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ ظاہر ہو چکا ہے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ چکا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر آغاز خلافت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس مفہوم کا الہام بھی نازل ہوا تھا کہ:-

"اے قادیان کی غریب جماعت خلافت کی برکتیں اور رحمتیں تجھ پر نازل ہو رہی ہیں"۔

اس الہام میں بھی درحقیقت خلافت کی ان خاص برکات کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔ جن کی وضاحت مضمون ہذا میں کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں حضرت اقدس کی فطرت میں یہ چیز ودیعت تھی کہ قیامت تک آپ کے خادم دین شاگرد موجود رہیں۔ آپ کے عطا کردہ لٹریچر سے بھی قیامت تک فائدہ اٹھایا جائے گا۔ لیکن دوام خلافت کے لئے حضور نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں یہ ایک امتیازی شان ہے اور قیامت تک جب تک کہ سلسلہ خلافت جاری رہے گا حضور کا یہ نشان زندہ و تابندہ رہے گا۔

پس خلافت ثانیہ کا یہ ایک مقام تقدس ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری اولاد در اولاد نسلوں کو ہمیشہ خلافت کے نہایت بابرکت نظام سے وابستہ رکھے۔ اور نظام خلافت کی کامل اطاعت کی توفیق عطا فرمادے۔ کیونکہ اطاعت ہی درحقیقت نظام خلافت کی روح ہے۔ اے ہمارے آسمانی آقا! ایسا ہی کر۔ آمین یا رب العالمین۔

انتقال

مکرم مستری عبدالرحمن صاحب احمدی ساکن سرینگر گاڈ کدل والے وفات پاگئے۔ مرحوم کو عید الفطر سے قبل فالج کا حملہ ہوا۔ اور دو تین روز بعد اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم مخلص احمدی پنجوقتہ نماز کے پابند اور سلسلہ کی خاطر نیک جذبات رکھتے تھے مرحوم کا ایک بیٹا لنڈن میں ہے اور باقی عیال پاکستان میں، یہاں پر مرحوم کے بھائی مستری مبارک احمد صاحب ہیں جنہوں نے مرحوم کا تکفین و تجہیز کا کام سرانجام دیا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو غریق رحمت کرے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

خاکسار:-
شیخ حمید اللہ مبلغ سلسلہ احمدیہ
سرینگر

"علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا"

از عزیزم خورشید احمد انور متعلم مولوی فاضل کلاس مدرسہ احمدیہ قادیان

خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا میں مبعوث فرمایا۔ اور آپ کے ذریعہ اسلام کی صداقت کے بیسیوں نشانات ظاہر فرمائے۔ منجملہ اُن نشانات کے جلیل القدر اور عظیم الشان مصلح موعود رضہ کا نشان ہے۔ منکرین صداقت نے جب آپ پر اعتراضات کرنے شروع کئے اور نشانات کا مطالبہ کیا۔ تو خدا تعالیٰ نے مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک زبردست نشان عطا کیا اور ایک موعود فرزند کی بشارت دی جس میں اس کی صفاتِ حسنہ کا خاکہ بھی کھینچا۔ اور اس نشان کو دنیا کے لئے حجّت قرار دیا۔ مصلح موعودؓ کا وجود خدا تعالیٰ کا ایک زندہ نشان ہے۔ اس کی صداقت کا ثبوت ہم اس ایک جملہ کی روشنی میں معلوم کرتے ہیں جو مصلح موعود پر مشتمل وسیع سلسلہ الہامات کا ایک حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

"وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا ......"علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا" (تذکرہ صفحہ ۱۴۱)

اس نشان کے دکھانے کی ایک وجہ یہ بیان فرمائی:۔

"تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو" (تذکرہ صفحہ ۱۳۹)

مذکورہ تینوں پہلوؤں کا تعلق حضرت مصلح موعود رضہ کے غیر معمولی علمی کارناموں سے ہے۔ اور جس طرح پیشگوئی کی دوسری علامات حضور کے وجود باجود میں اپنی پوری شان سے جلوہ گر ہوئیں۔ اُس طرح یہ علامت بھی پورے آب و تاب کے ساتھ پوری ہوئی۔ حضور کے علمی کارناموں کا تعارف محتاج بیان نہیں۔ اور ایک صاحب بصیرت انسان حضور کے علمی مقام کی رفعت کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہاں تک کہ مخالفین کو بھی دبی زبان سے آپ کی علمی قابلیت کا اقرار کرنا پڑا۔ جس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضور کے علمی سرمائے کو کس قدر اہمیت حاصل ہے۔ مثال کے طور پر صرف ایک تبصرہ پیش کیا جاتا ہے۔ جو پروفیسر عبد القادر صاحب ایم۔ اے نے مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی اسلامیہ کالج لاہور کے جلسہ (منعقدہ ۱۹۱۹ء) کی صدارت کرتے ہوئے کیا تھا جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضہ نے "اسلام میں اختلافات کا آغاز" کے زیر عنوان ایک معرکۃ الآراء تقریر فرمائی حضور کی اس تقریر کے بعد انہوں نے ان الفاظ میں اپنے تاثر کا اظہار کیا:۔

"میں سمجھتا ہوں کہ اگر ایسی زبردست علمیت اور شخصیت کا انسان ہماری سوسائٹی کا ممبر بن جائے تو سوسائٹی کو چار چاند لگ جائیں۔ کیونکہ آپ جیسا انسان اگر کبھی کبھی وقت نکال کر ہمیں دے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہو جائیں۔ پس اگر آپ ممبری قبول کریں گے تو نہ صرف ہمیں آپ سے دنیاوی برکت حاصل ہوگی۔ بلکہ دینی برکت بھی حاصل ہوگی"

(الفضل ۸ مارچ ۱۹۱۹ء)

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ مصلح موعود کے آنے کی غرض یہ بھی بتائی گئی تھی کہ "تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو" اور کلام اللہ کا مرتبہ اُس وقت تک ظاہر نہیں ہو سکتا جب تک کہ کلام الٰہی کے رموز پنہاں محاسن کلام اور اعلیٰ و عمدہ تفسیر (جو ضرورت زمانہ کے مطابق ہو) بیان نہ کی جائے۔ اور یہ تمام امور اُس وقت تک بیان نہیں ہو سکتے جب تک کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اُن کا خاص فہم نہ عطا کیا جائے۔ گویا کلام اللہ کے مرتبہ کے ظہور کے لئے مصلح موعود کا ذہین و فہیم ہونا لازمی امر ہے۔

ابتدائی تعلیم

خدا تعالیٰ کے برگزیدوں کی ایک علامت یہ بھی ہوتی ہے کہ انہیں علم و معارف کا خزانہ خدا کی جناب سے بطور خاص عنایت ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو بھی یہی خصوصیت حاصل تھی۔ جہاں تک دنیاوی تعلیم کا تعلق ہے آپ بچپن میں صحت کی خرابی کے باعث میٹرک کا امتحان بھی پاس نہ کر سکے۔ اور دینی تعلیم بھی آپ نے باقاعدہ کسی مدرسہ یا دار العلوم کے ذریعہ حاصل نہ کی۔ تاہم قرآن پاک حدیث شریف اور مثنوی مولانا روم وغیرہ کتب حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ سے پڑھیں۔ اور صرف یہی تعلیم تھی جو آپ نے بچپن میں حاصل کی۔ لیکن اس ابتدائی تعلیم میں بھی خدا تعالیٰ نے ایسی خارق عادت برکت ڈالی جس کی وجہ سے نوعمری ہی میں آپ کی علمی صلاحیتوں کا واضح ظہور ہونے لگا۔ اور پھیلتے پھیلتے ان کا دائرہ وسیع تر ہوتا چلا گیا۔

قرآن کریم کی تفسیر اور حضور کا چیلنج

آج جب ہم آپ کی بیان فرمودہ تفسیر القرآن پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اس زمانہ میں کلام الٰہی یعنی قرآن کریم کو سمجھنے والا اور اس کی صحیح تفسیر کرنے والا سوائے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے اور کوئی نہیں حضور نے بارہا .... دنیا کے تمام علماء کو چیلنج دیا کہ وہ آپ کے مقابل پر تفسیر نویسی کا مقابلہ کریں۔ لیکن کسی کو میدان میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ حضور نے دعویٰ کیا کہ میں قرآن کریم ہی کے ذریعہ اسلام اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ہونے والے ہر قسم کے اعتراضات کا جواب دے سکتا ہوں۔ خواہ وہ فلاسفروں کی طرف سے ہوں یا سائنسدانوں کی طرف سے ہوں۔ ہیئت دانوں کی طرف سے ہوں یا ماہرین نفسیات۔ اخلاقیات اقتصادیات۔ سیاسیات وغیرہ کی طرف سے۔ اور آج اس قسم کا چیلنج کرنے والا صفحۂ ہستی پر نہیں مل سکتا جو ببانگِ دہل یہ کہہ سکے۔

"خدا نے اپنے فضل سے فرشتوں کو میری تعلیم کے لئے بھجوایا۔ اور مجھے قرآن کے اُن مطالب سے آگاہ فرمایا جو کسی انسان کے واہمہ و گمان میں بھی نہیں آسکتے۔ وہ علم جو خدا نے مجھے عطا فرمایا وہ چشمۂ روحانی جو میرے سینے میں پھوٹا وہ خیالی یا قیاسی نہیں۔ بلکہ ایسا قطعی اور یقینی ہے کہ میں ساری دنیا کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر اس دنیا کے پردہ پر کوئی شخص ایسا ہے جو دعویٰ کرتا ہو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اُسے قرآن سکھایا گیا ہے تو میں ہر وقت اُس سے مقابلہ کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ آج دنیا کے پردہ پر سوائے میرے اور کوئی شخص نہیں جسے خدا کی طرف سے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا گیا ہو"۔ (الموعود صفحہ ۲۱۰ و ۲۱۱)

تفاسیر قرآن کے علاوہ حضور نے جو بڑا علمی سرمایہ چھوڑا۔ اگر اس کی کمیت کا اندازہ کیا جائے تو اُن کی تعداد کم از کم دو صد کتب بنتی ہیں۔ مذہبی دنیا کا شاذ ہی کوئی راہنما اس تعداد کو پہنچ سکا ہو۔ گویا تعداد کے لحاظ سے بھی حضور کا پیش کردہ علمی خزانہ نہایت عظیم الشان مقام کا حامل ہے۔

اس کے علاوہ حضور کی علمی قابلیت کا دوسرا پہلو جو اس سے بھی زیادہ رفیع الشان ہے یہ ہے کہ ......

آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق کہ "علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا"۔ دنیا کے ہر علوم کا وافر حصہ عطا فرمایا۔ ممکن ہے کہ کسی خاص علم کا ماہر اپنے علم کی تشریح و توضیح میں بہت سی کتابیں لکھ ڈالے مگر اس قسم کی مثال کہیں نہیں مل سکتی کہ وہ دنیا کے ہر معروف علم سے پوری واقفیت رکھتا ہو۔ اور یہ خصوصیت صرف آپ ہی کے لٹریچر کو حاصل ہے کہ وہ مذہبی و دینی علوم کے علاوہ اخلاقیات سیاسیات۔ نفسیات۔ اقتصادیات، معاشیات اور تاریخ وغیرہ وغیرہ کے حقائق سے پُر ہے۔ اور چونکہ یہ وسعت معلومات آپ کی خاص خصوصیت ہے اسلئے یہاں پر اختصار کے ساتھ چند ایک مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

سیاسیات

اگرچہ ہماری جماعت خالصتاً ایک مذہبی جماعت ہے۔ اور سیاسیات کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ پھر بھی حضور رضہ نے متعدد مواقع پر قیام امن کی خاطر ملک کے سیاسی لیڈروں کو الجھے ہوئے سیاسی مسائل کے حل پیش کئے۔ اور قیمتی مشوروں سے نوازا جن پر عمل کر کے فائدہ بھی اُٹھایا جاتا رہا مثلاً ملک کا مستقبل۔ ایک سیاسی لیکچر فرمودہ لنڈن۔ احساس اتحاد۔ ہندو مسلم فسادات اور ان کا علاج ۔ ... محمود کمیشن کی رپورٹ پر حضور رضہ کا تبصرہ

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

دار الہجرت ربوہ کی تعمیر

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کا زندہ جاوید کارنامہ

از مکرم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

وہ محبوب مطاع، وہ عظیم المرتبت انسان وہ گرامی قدر شخصیت، وہ لاکھوں قلوب کا فاتح امام، جس کے قدموں میں ہم عقیدت کے پھول نچھاور کرتے تھے۔ جس کی محبت، جس کی الفت اور جس سے وابستگی ہمارے دلوں کی انتہاہ گہرائیوں اور ہمارے جسموں کے رگ و ریشے میں رچی بسی ہوئی تھی۔ وہ روحانی باپ جو ہمیں اپنے جسمانی باپوں سے زیادہ پیارا تھا۔ وہ ــــ جس کے علمی کارناموں اور اسلامی خدمات نے اپنوں اور غیروں کے دل موہ لیئے تھے۔ وہ ــــ جو بے مثال اور بیشمار دماغی صلاحیتوں اور تنظیمی قابلیتوں کا مالک تھا۔ وہ ــــ جو خلقی طور پر دینی اور دنیوی علوم کا سرچشمہ تھا۔ جس کی یاد دل میں آتے ہی سر نیاز جبہہ سائی کے لئے بیقرار ہو جاتا تھا۔ جس کا تصور پیدا ہوتے ہی محبت کے آنسو پلکوں پر لرزنے لگتے تھے، ابھی کل تک وہ ہم میں موجود تھا جس نے ہمارے قلوب کے مخفی گوشوں تک میں پون صدی تک شاہانہ مگر بزرگانہ تسلط جمائے رکھا جس کے اوصاف حمیدہ خود خالق کل نے بیان فرمائے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت و عظمت کا ایک درخشندہ نشان تھا۔ وہ موعود مصلح جس کا یوم مناتے ہوئے ہمارے قلوب قرب و مسرت کے احساس سے جگمگا اٹھتے تھے۔ وہ اپنے فہم و فراست، تدبر، اولوالعزمی اور دوسری بے شمار صلاحیتوں کے طفیل ایک مجبور سی اور غریب سی جماعت کو شہرت اور وسعت کے بام رفعت تک پہنچا کر اپنے نفسی نقطۂ آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا۔ اور ہمیں ہماری زندگیوں کے آخری لمحات تک اپنی یاد دل کا درد دے گیا ــــ آہ! اب ہم صرف اس کے کارنامے یاد کیا کریں گے وہ محبوب و دلنواز شخصیت اب ہمیں اس جہان میں نظر نہیں آئے گی۔ اس مبارک چہرے کی زیارت کے لئے ہم تا دم مرگ اپنے دلوں میں ایک ٹیس اور کسک لئے پھرتے رہیں گے۔ اے حالات کی نامساعدت! تو نے یہ کیا ظلم کیا کہ ہمیں اپنے خدا اور رسول کے بعد دنیا جہان سے زیادہ محبوب کی آخری زیارت کا موقعہ بھی نہ دیا۔ ایک داغِ ہجرت ہی کیا کم تھا کہ اب ہجرتِ دائمی کا امِٹ داغ لگ گیا!

ہم کیا اور ہماری بساط کیا کہ اس عالی قدر مصلح کے کارہائے نمایاں کو بیان کر سکیں جس کی تعریف آسمان سے کی گئی۔ جب نطق کچھ کہنے پر آتا ہے تو ہر گام پر رکتا ہے۔ لیکن اس محبوب کی یاد سے دل کو بہلانے کے لئے بہر طور کچھ کہنا ہے۔ مگر کیا کہوں ؎

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار

اس باغِ حسن اور چمنِ روحانیت کا ہر غنچہ اور ہر پھول دامن پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ "جا اینجا است" آخر خیال آیا کہ دار الہجرت ربوہ کی ارض مقدس پر محبت و عقیدت کے چند آنسو تصور ہی میں بہادوں کہ یہ وہ مقام ہے جسے قادیان کا ظل ہونے کا شرف اللہ تعالیٰ نے بخشا ہے اور جسے حضرت مصلح موعودؓ نے تعمیر کر کے جماعت کو استحکام بخشا ہے۔

تاریخ امم کا ایک باب یہ بھی ہے کہ ہجرت سنتِ انبیاء ہے اور تلواروں کی زد میں پنپتی ہوئی الٰہی جماعتوں پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ وہ اپنی متاع ایمان کو سینوں میں سنبھالے خدا کے دین کی اشاعت کے لئے اپنے وطنوں سے بالکل بے سروسامانی کی حالت میں نکلتی ہیں اور پھر ناصر دین غیور خدا انہیں نیا مرکز دے کر سکینت و استحکام بخشتا ہے۔ اس ہجرت کی صورت کوئی ہو مگر اس کا نقطۂ مرکزی مظلومیت کی انتہا ہوتی ہے۔ یہی حضرت موسیٰ و عیسیٰ کے ساتھ ہوا یہی فخر الرسل حضرت خاتم الانبیاء کے ساتھ ہوا اور یہی حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ ہوا۔ بنیادی طور پر ہجرت رہی تھی۔ فرق صرف یہ ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی زندگی میں ہجرت کا اِذن نہ ملا۔ اور یہ اذن آپ کے مثیل و نظیر حضرت مصلح موعودؓ کو ملا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں کئی بار ہجرت کا ذکر ہوا۔ بلکہ ایک مرتبہ تو ایسا بھی ہوا کہ طاغوتی طاقتوں نے یکبارگی یلغار کر کے حضورؑ کے لئے سخت پریشانیاں پیدا کر دیں اور آپ نے بڑے ہی پر درد لہجے میں تحریر فرمایا کہ:-

"ہمارا خدا ہر جگہ ہمارے ساتھ ہے حضرت مسیح علیہ السلام کا قول ہے کہ نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ نہ صرف نبی بلکہ بجز اپنے وطن کے کوئی راستباز بھی دوسری جگہ ذلت نہیں اٹھاتا۔ اور اللہ جل شانہ فرماتا ہے وَمَن يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَّسَعَةً۔ یعنی جو شخص اطاعت الٰہی میں اپنے وطن کو چھوڑے تو خدا کی زمین میں ایسے آرامگاہ پائے گا جن میں بلا حرج دینی خدمت بجا لا سکے۔ سو اے ہموطنو! ہم تمہیں عنقریب الوداع کہنے والے ہیں"
(شحنۂ حق صفحہ ۲)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ داغِ ہجرت اپنے وقوع سے پچپن ساٹھ سال قبل ہی سے پردۂ غیب میں سے جھانک رہا تھا۔ اور پھر جب حضور علیہ السلام کو ۱۸۹۴ء میں "داغِ ہجرت" الہام ہوا تو اتنی سی بات تو یقینی ہو گئی کہ یہ داغ ایک روز لگ کر رہے گا۔ مگر کب؟ اس کا کسی کو علم نہ تھا۔ انہی ایّام میں حضور علیہ السلام پر ایسے شدید اوقات بھی آئے کہ آپ کے صحابہؓ نے مختلف مقامات کی طرف ہجرت کرنے کی تجویزیں بھی پیش کیں جنہیں سن کر آپؑ نے تردید نہ فرمائی بلکہ فرمایا کہ "اچھا! جب اذن ہوگا"

لیکن جب احمدیت کا مختصر سا قافلہ مصائب و حوادث کا مقابلہ کرتا ہوا ۱۹۰۵ء میں داخل ہوا تو حضورؑ نے باعلام الٰہی ہجرت کے زمانہ کی تعیین فرما دی۔ یعنی فرمایا:-

"انبیاء کے ساتھ ہجرت بھی ہے لیکن بعض رؤیا نبی کے زمانہ میں پورے ہوتے ہیں اور بعض اولاد یا کسی متبع کے ذریعہ سے پورے ہوتے ہیں مثلاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قیصر و کسریٰ کی کنجیاں ملی تھیں تو وہ ممالک حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح ہوئے۔" (بدر ۷ ستمبر ۱۹۰۵ء)

یہ ایک بڑی ہی واضح تعیین تھی لیکن اس کے ساتھ ہی جماعت کی اکثریت اللہ تعالیٰ کے رحم و فضل پر یقین رکھتے ہوئے یہ بھی سمجھتی رہی کہ اللہ تعالیٰ اپنی تقدیروں پر غالب ہے اور وہ انہیں بدل بھی سکتا ہے

لیکن جب مسیح محمدیؐ کا عہد فاروقی آیا تو فہم و فراست کے پُتلے حضرت مصلح موعود نے جماعت کو آئندہ خطرات سے متنبہ کرنا شروع کیا اور جب فتنۂ احرار نے قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کے نعرے لگائے اور اُس وقت کی حکومت نے بھی فتنہ پردازوں کی پیٹھ ٹھونکی تو حضرت مصلح موعود نے اس عظیم فتنہ کا مقابلہ کرنے کے لئے جماعت کو تحریک جدید کے عظیم الشان اور مستحکم، بلند اور محفوظ مینار پر کھڑا کرتے ہوئے اس سے منجملہ اور مطالبات کے یہ مطالبہ بھی کیا کہ:-

"چوتھا مطالبہ یہ ہے کہ قوم کو مصیبت کے وقت پھیلنے کی ضرورت ہوتی ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کہتا ہے کہ مکہ میں اگر تمہارے خلاف جوش ہے تو کیوں باہر نکل کر دوسرے ملکوں میں پھیل نہیں جاتے۔ اگر باہر نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری ترقی کے بہت سے راستے کھول دیگا۔ اس وقت ہم دیکھتے ہیں کہ حکومت کا بھی ایک حصہ ایسا ہے جو ہمیں کچلنا چاہتا ہے اور رعایا میں بھی۔ ہمیں کیا معلوم ہے کہ ہماری مدنی زندگی کی ابتدا کہاں سے ہوتی ہے قادیان بیشک ہمارا مذہبی مرکز ہے مگر کیا معلوم کہ ہماری شوکت و طاقت کا مرکز کہاں ہے۔ یہ ہندوستان کے کسی اور شہر میں بھی ہو سکتا ہے اور چین جاپان فلپائن سماٹرا جاوا روس امریکہ غرضیکہ دنیا کے کسی ملک میں ہو سکتا ہے۔ اس لئے جب ہمیں یہ معلوم ہو کہ لوگ بلا وجہ جماعت کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں کچلنا چاہتے ہیں تو ہمارا ضروری فرض ہو جاتا ہے کہ ہم باہر جائیں اور تلاش کریں کہ ہماری مدنی زندگی کہاں سے شروع ہوتی ہے ..... مجھے شروع خلافت سے یہ خیال تھا اور اسی خیال کے ماتحت میں نے باہر مشن قائم کئے تھے۔"
(مطالبات تحریک جدید ص۵۲)

اللہ اللہ! کتنی واضح تشریح ہے "داغ ہجرت" کی، اور کتنی فراست و بصیرت روحانی ہے کہ سالہا سال بعد میں آنے والے واقعات و حقائق کے لئے نہ صرف ذہنی طور پر جماعت کو تیار کیا جا رہا تھا بلکہ جماعت کے استحکام کے لئے اور ان خطرات کے مقابلہ کے لئے تیاریاں بھی شروع کر دی گئی تھیں اور جماعت کو ساری دنیا کے اندر پھیلا دینے کے لئے تحریک جدید ایسی منظم اور زبردست جد وجہد بھی شروع فرما دی گئی۔ اس امر کی مزید وضاحت اور اہمیت بیان کرتے ہوئے حضور نے فرمایا۔ اور آپ غور فرمائیں کہ حضورؓ کا عالی دماغ کتنا دور رس تھا:-

"بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ بیرونی مشنوں پر روپیہ خرچ کرنا بیوقوفی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ یہ خیال صرف اسی وجہ سے پیدا ہوا ہے کہ ایسے لوگوں نے سلسلہ کی اہمیت کو نہیں سمجھا اور اسے ایک انجمن خیال کر لیا ہے۔ مذہبی سلسلے ضرور ایک وقت میں دنیا کے تو خالف کی زد میں آتے ہیں اور دو ر کبھی

ظلم و ستم کی تلوار کے سایہ کے بغیر ترقی نہیں کر سکتے۔"

(مطالبات تحریک جدید صفحہ ۵۲-۵۳)

تاکید مزید کے لئے اور جماعت کو قربانیوں کے اعلیٰ مقام پر فائز کرنے کے لئے اسی خطبہ میں حضور فرماتے ہیں :-

"جو شخص بھی اس سلسلہ کو ایک آسمانی تحریک سمجھتا ہے اسے اس امر کیلئے تیار ہونا پڑے گا اور جو اس نکتہ کو نہیں سمجھتا وہ حقیقت میں اس سلسلہ کو نہیں سمجھتا"

(مطالبات تحریک جدید صفحہ ۵۴۔ خطبہ جمعہ ۱۱ر جنوری ۱۹۳۶ء)

تائیدِ غیبی سے غیب کے پردے ہٹانے والے اس پیارے آقا نے ۱۹۳۵-۳۶ء میں ہی جماعت کو آنے والے خطرناک حالات سے آگاہ کرنا اور "مدنی زندگی" کو تلاش کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور ایک مقام پر پہنچ کر تو حضور رضؓ نے بڑے ہی واشگاف الفاظ میں جماعت کو قربانیوں کی طرف متوجہ کرتے ہوئے یہ بھی فرما دیا تھا کہ :-

"جب تک قربانی اور ایثار اور محنت کی عادت ہمارے اندر پیدا نہیں ہو جاتی اس وقت تک ہم دین کیلئے قربانی کر کس طرح سکتے ہیں۔ اگر کبھی دین کے لئے ہمیں اپنے وطنوں سے ہجرت کرنی پڑی تو ہم ہجرت کس طرح کر سکیں گے"

(الفضل ۱۵ر نومبر ۱۹۴۶ء)

بہر حال سیدنا حضرت مصلح موعود رضؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات و ملفوظات کی روشنی میں آثار و قرائن کو یکجا کر کے جماعت کے سامنے ہجرت کا واضح تصور پیش فرما دیا تھا۔ بلکہ ہجرت کے نتیجہ میں پیش آنے والے خطرات کے مقابلہ کے لئے تیاریاں بھی شروع کر دی تھیں۔ اب صرف یہ امر صیغۂ راز میں رہ گیا تھا کہ وہ مقام کونسا ہوگا جہاں سے مدنی زندگی کا آغاز ہوگا۔

سو اللہ تعالیٰ کی اٹل تقدیروں کے ماتحت وہ وقت مقدر آن پہنچا اور تقسیم ملک کے وقت جب برصغیر پاک و ہند نے کشت و خون اور اپنی بداخلاقیوں کی مکروہ اجناس دنیا کی کھلی نمائش میں پیش کر کے اوّل انعام حاصل کیا تو جماعت احمدیہ کی اکثریت بھی اپنے سینوں پر ہجرت کا داغ لئے نہایت کس مپرسی کی حالت میں قادیان کی مقدس اور پیاری بستی کو چھوڑنے اور اپنے لئے مدنی مرکز تلاش کرنے پر مجبور ہو گئی۔ اس کا کوئی سہارا نہ تھا مگر اللہ تعالیٰ نے مصلح موعود رضؓ کے وجود میں سہارا بن کر آسمان سے اترا۔ اور مسیح کے بکھرے ہوئے دانے مصلح موعود رضؓ کی اولوالعزمی کے [illegible] گئے۔ پروانے جمع

پھر مجتمع ہو گئے۔ وہ ابراہیمی طیور ابراہیم ثانی کے فرزند کی آواز پر پھر ایک اجاڑ بیابان اور سنسان اور ویران مقام پر اکٹھے ہوئے۔ مگر وہاں کوئی شجر سایہ دار نہ تھا جس کی شاخوں پر وہ طیور بسیرا کر سکتے۔ کوئی ٹنڈ منڈ درخت تک نہ تھا کہ اس کی بچی ہوئی شاخ پر ہی کوئی آشیانہ بن سکے۔

ابراہیمی طیور جمع تھے وہ بے چینی اور اضطراب سے اپنے پروں کو پھڑ پھڑا رہے تھے کہ کہیں کوئی نشیمن مل جائے۔ مگر وہاں کوئی پناہ گاہ نہ تھی۔ کوئی سبزہ نہ تھا کہیں ہریالی نہ تھی کہیں گھاس کا تنکا تک نہ تھا۔ حدِ نظر تک ایک ویرانہ تھا جسے دیکھ کر ویرانیاں بھی شرما جائیں۔ یا خشک پتھریلی پہاڑیاں تھیں جو ماحول کی ہولناکی میں اضافہ کر رہی تھیں

فرزندِ ابراہیم نے کئی گھنٹوں تک اس مقام کا معائنہ کرنے کے بعد فرمایا :-

"جو جائے پناہ خواب میں دیکھی تھی یہ پہاڑیاں اور ظاہری علامات خواب کے مطابق ہیں۔ مگر یہ جگہ ایسی سرسبز نہیں **ممکن ہے ہماری کوششوں سے یہ جگہ سرسبز ہو جائے**"

(کتاب "ربوہ" صفحہ ۱۰۲)

یہ وہ مایۂ ویرانی ویرانہ تھا جہاں **ربوہ** کا عظیم الشان روحانی مرکز اپنی تقدیروں کی کوکھ سے جنم لینے والا تھا جہاں سے الٰہی نوشتوں کے مطابق علوم روحانی کے چشمے پھوٹنے والے تھے۔ مگر وہاں دھول تھی کہ گھٹنوں کو چھوتی تھی۔ بے آبی تھی کہ دیکھ کر زہرہ آب ہوا جاتا تھا۔ سیم تھور اور کلر تھا کہ الف لیلیٰ کی داستانوں کے ناقابلِ عبور راستے یاد آئے جاتے تھے۔ اور یہی وہ مقام تھا جہاں فرزندِ ابراہیم خاک اور دھول کے پردوں کو اپنی روحانی بصارت کے زور سے ہٹا کر **ربوہ** کا مرکز بسا ہوا دیکھ رہا تھا۔ اور فرما رہا تھا کہ :-

"**ممکن ہے ہماری کوششوں سے یہ جگہ سرسبز ہو جائے**"

اور تاریخ عالم کا یہ فیصلہ ہے کہ اولوالعزموں کے ناقابلِ شکست عزائم کے سامنے ناکامیوں کے پیٹ سے کامرانیاں نکلتی چلی جاتی ہیں۔ اور پھر وہاں تو وہ انسان کھڑا تھا جسے انسانوں نے نہیں بلکہ خدائے عرش نے اولوالعزم کا خطاب دیا تھا اور اس نے ان ویرانوں میں قدم رکھنے سے قبل یہ ابراہیمی دعا کی تھی کہ رَبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ الخ

اور آج ــــــ محض خدا کے فضل اور اس کی تائید و نصرت کے نتیجہ میں اسی بے آب و گیاہ میدان میں دار الہجرت ربوہ کا تاریخی اور روحانی شہر آباد ہے جو ہمارے پیارے آقا مصلح موعود کا ایک عظیم الشان کارنامہ ہے۔ یہ وہی ربوہ ہے جسے حضرت مسیح موعودؑ کے مثیل و نظیر نے اپنی مدنی زندگی کے لئے بسایا تھا۔ اور یہی وہ

آشیانہ ہے جہاں ہزاروں طیورِ ابراہیمی محض رضائے الٰہی کی خاطر فرزندِ ابراہیم کی آواز پر جمع ہوئے ہیں۔ اور جماعت کو مصلح موعود کے تصوّر کا مدنی مرکز مل گیا ہے اور جو بفضلہ تعالیٰ اشاعت اسلام کے ذریعہ سے احمدیت کی عظمت و شوکت کا نشان بن چکا ہے۔

اسلام کا مرکزِ رابع اور احمدیت کا مرکزِ ثانی ربوہ، حضرت مصلح موعود کا اتنا بڑا کارنامہ ہے کہ اگر آپ رضؓ کے دوسرے ہزاروں کارناموں کا ذکر نہ بھی کیا جائے تو یہ اکیلا کارنامہ ہی حضور کی اولوالعزمی کی ایک ناقابلِ تردید شہادت ہے۔ یہ ایک عجیب کرشمۂ قدرت یا تصرفِ الٰہی ہے کہ ریلوے لائن ربوہ کے عین بیچوں بیچ اور پکی سڑک ربوہ کے بالکل متصل پہلو سے گذرتی ہے۔ اور دن بھر بے شمار بسوں ریلوں موٹر کاروں اور ٹرکوں پر گذرنے والے ہزاروں لوگ، اپنے بیگانے، ہمدرد و مخالف ربوہ کو چشمِ حیرت کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ اولوالعزمی کا یہ چمکتا ہوا نشان ان کی آنکھوں میں کھب جاتا ہے۔ راقم الحروف نے خود ان مسافروں کو ربوہ کی عظمتوں اور رفعتوں کی طرف حیرت و استعجاب بھرے اشارے کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ کیونکہ یہ وہ مقام ہے جہاں ربوہ کے قیام سے قبل اکیلے دوکیلے آدمی کے لئے دن کے وقت گذرنا بھی خطرناک تھا۔ اور آج میلوں کو محیط یہ بستی اپنے دامن میں دینی اور دنیوی علوم کی بے شمار درسگاہیں لئے ان رہگذروں کو دعوتِ نظارہ بھی دیتی ہیں اور درسِ عمل بھی۔ چنانچہ ربوہ کی بالکل ابتدائی تعمیرات کو دیکھ کر ہی روزنامہ "سفینہ" لاہور نے ۱۳ر نومبر ۱۹۴۸ء کو لکھا تھا کہ :-

" ایک مہاجر کی حیثیت سے ربوہ ہمارے لئے ایک سبق ہے ساٹھ لاکھ مہاجر پاکستان آئے لیکن اس طرح کہ وہاں بھی اجڑے اور یہاں بھی کس مپرسی نے انہیں منتشر رکھا .... ہم اعتقادی حیثیت سے احمدیوں پر ہمیشہ طعنہ زن رہے لیکن ان کی تنظیم، ان کی اخوت اور دکھ سکھ میں ایک دوسرے کی حمایت نے ہماری آنکھوں کے سامنے ایک نیا قادیان آباد کرنے کی ابتدا کی ہے۔ .... ربوہ ایک اور نقطۂ نظر سے بھی قابلِ نظر ہے وہ یہ کہ حکومت بھی اس سے سبق لے سکتی ہے۔ اور مہاجرین کی صنعتی بستیاں اس نمونہ پر بسا سکتی ہے۔ ربوہ عوام اور حکومت کے لئے ایک مثال ہے اور زبانِ حال سے کہہ رہا ہے کہ لمبے چوڑے دعوے کرنے والے منہ تکتے رہ جاتے ہیں اور عملی کام کرنے والے کوئی دعویٰ کئے بغیر سب کچھ کر دکھاتے ہیں۔"

یہ سب کچھ سیدنا حضرت مصلح موعود کی بے مثال قیادت، ہمت اور اولوالعزمی کا آئینہ دار ہے اور تدبّر اور دور اندیشی کے اس تعمق تک حضور رضؓ ہی کی نگاہِ عمیق دوز پہونچ سکتی تھی۔

مگر "سفینہ" نے تو جو کچھ لکھا وہ ۱۹۴۸ء میں ربوہ کی بالکل ابتدائی حالت کو دیکھ کر لکھا تھا۔ اب جبکہ ربوہ ایک جدید طرز کا شہر بن چکا ہے یہاں جدید طرز کی عمارتیں بھی ہیں تار ٹیلیفون ریل اور بس کے سلسلے بھی ہیں پختہ سڑکیں ہیں بجلی اور پانی کے انتظامات ہیں اور ہر قسم کی ضروریات زندگی مہیا ہیں اور ہمیں بجا طور پر مدنی زندگی کے اس مرکز پر فخر ہے۔ لیکن ہمیں خاص طور پر فخر ان مادی اسباب پر نہیں ہے بلکہ اس بات پر ہے کہ یہاں علوم کے دریا بہتے ہیں۔ روحانیت کے چشمے پھوٹتے ہیں اور دنیا کے ہر حصے سے تشنگانِ روحانیت اپنی پیاس بجھانے کے لئے یہاں پہنچتے ہیں اور سیراب ہو کر واپس جاتے ہیں۔ آج یہیں سے دنیا کے کناروں تک تبلیغِ اسلام کے تار ملتے ہیں۔ اور یہیں کے علمی مراکز میں وہ مجاہد تیار ہوتے جو اپنی زندگیاں اسلام کے لئے وقف کر کے دنیا کے دور دراز گوشوں میں پہنچ کر کفر کے خلاف برسرِ پیکار ہوتے ہیں۔

ربوہ کی یہ بستی برصغیر پاک و ہند میں واحد بستی ہے جسے ایک غریب اور کمزور چھوٹی سی جماعت نے اپنے خرچ سے بسایا ہے۔ اور ایسے مقام پر بسایا ہے جہاں دنیوی کشش کا کوئی سامان نہ تھا۔ وہاں محض روحانیت کی کشش تھی جو جماعت کے مخلصین کو کھینچ کر وہاں لے گئی بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ یہاں حضرت مصلح موعودؓ کا مقناطیسی وجود مبارک تھا جس نے منتشر ہوتی ہوئی جماعت کو ربوہ میں یکجا متحد اور منظم کر کے قوت و شوکت بخش دی۔

یوں تو ربوہ کی داستان بڑی طویل اور بڑی ایمان افروز ہے۔ مگر یہاں تو "یوم مصلح موعود" کے سلسلہ میں اپنے پیارے آقا رضؓ کے حضور عقیدت کے چند پھول پیش کرنا مقصود ہے اس لئے اسی پر اکتفا کرتے ہوئے دعاگو ہوں کہ یا ربّ

ربوہ رہے کعبہ کی بڑائی کا دعاگو
کعبہ کو پہنچتی رہیں ربوہ کی دعائیں
(مصلح موعودؓ)

اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمارے محبوب امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درجات کو ابد تک بلند فرماتا رہے اور ہمیں اپنے آقا کے ارشادات و تحریکات پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔

اور پھر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے خلیفۂ ثالث حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کو صحت و سلامتی والی لمبی زندگی عطا فرمائے اور آپ کے عہدِ خلافت کو طویل اور تابناک بنائے۔

آمین ثم آمین

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کامیاب زندگی کا کامیاب انجام

از مکرم مولوی محمد عمر صاحب مولوی فاضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ حیدر آباد دکن

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کی گئی بشارت پر طائرانہ نگاہ ڈالنے سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ کے عہد مبارک میں بعض تاریکیاں اور ابتلاء آئیں گے مگر اللہ تعالیٰ اپنی خاص تائید و نصرت کے ذریعہ ان تمام ظلمات اور تاریکیوں کو روشنی اور نور میں تبدیل کر دے گا اور آپ کا انجام ہر جہت سے بخیر ہوگا۔ چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پیشگوئی مصلح موعود میں فرماتے ہیں کہ:-

"جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا نور آتا ہے نور جس کو خدا تعالیٰ نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔"

(سبز اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

اس اشتہار میں ایک جگہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام یوں درج ہے:-

"إِنَّا أَرْسَلْنَاهُ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا۔ كَصَيِّبٍ مِنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ۔ كُلُّ شَيْءٍ تَحْتَ قَدَمَيْهِ۔"

یعنی ہم نے اسے شاہد و مبشر و نذیر بنا کر بھیجا ہے اور یہ اس موسلا دھار بارش کی مانند ہے۔ جس میں طرح طرح کی تاریکیاں ہوں اور رعد اور برق بھی ہو۔ (لیکن) یہ سب چیزیں اس کے دونوں قدموں کے نیچے ہیں۔ یعنی ان تمام ابتلاؤں پر وہ بحسن و خوبی اور بکمال تدبر و فراست اور تائید الٰہی سے قابو پا سکیں گے۔

اسی طرح سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدائی بشارت کا یوں ذکر فرماتے ہیں کہ:-

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

حضرت مصلح موعودؓ کی کامیاب زندگی ان پیشگوئیوں اور بشارتوں کی کامل مظہر تھی۔ چنانچہ آپ کی خلافت ثانیہ کے عہد مبارک کی ابتداء میں ہی آپ کو ایک بہت بڑے فتنہ کا مقابلہ کرنا پڑا جو دنیائے احمدیت میں "پیغامی فتنہ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس فتنہ کو آپؓ نے جنگ احزاب کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت ہمارے ساتھ زُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا والا معاملہ ہے۔" لیکن یہ فتنہ دیکھتے ہی دیکھتے هَبَاءً مَنْثُورًا کی طرح ختم ہو گیا۔

اس کے بعد آپ کو احراری فتنہ کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن آپ نے دیکھ لیا کہ احرار یوں کے قدموں کے نیچے سے زمین نکل رہی ہے اور اس فتنہ کا نام و نشان بھی مٹ گیا۔

اسی طرح ۱۹۴۷ء کے ہولناک اور تباہ کن فسادات میں اور ۱۹۵۳ء میں پنجاب کی بڑی پرپراثرہ Ahmadiyya تحریک Agitation میں خدا تعالیٰ نے آپ کی جماعت کو بالکل اسی طرح محفوظ کیا جیسا کہ طوفان نوح میں کشتی نوح کو محفوظ کیا گیا تھا۔

اس طرح خدا تعالیٰ نے آپ کو ہر میدان میں فتح نصیب کر کے ثابت فرمایا کہ آپؓ کی زندگی میں آئی ہوئی تمام تاریکیوں اور ظلمتوں کو روشنی اور نور میں تبدیل کر دیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس دعا کو قبولیت کا شرف عطا فرمایا کہ:-

دے اس کو عمر و دولت کر دور ہر اندھیرا
دن ہوں مرادوں والے پُر نور ہو سویرا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

حضرت مصلح موعودؓ کی کامیاب زندگی کے علاوہ آپ کی جدائی اور وصال الٰہی بھی آپ کی ایک عظیم الشان پیشگوئی کو پورا کر دیا ہے۔ چنانچہ آپ اپنی مایہ ناز تصنیف تفسیر کبیر کی جلد ہشتم جزو چہارم اور حصہ چہارم میں آیہ قرآنی مِن شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"ان آیات میں ان کمزوریوں سے بھی پناہ کی دعا سکھائی گئی ہے جو خلقی طور پر پیدا ہو جاتی ہیں۔ ان آیات کے بعد مِن شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ میں انجام کی خرابی سے بچنے کے لئے دعا سکھائی ہے کیونکہ بعض ابتداء تو اچھی ہوتی ہے لیکن انتہا خراب ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات ایسی بے موقعہ اور بے محل انتہا ہوتی ہے کہ سمجھا جاتا ہے اس کے کہ نیکی قائم رہے بربادی ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے اس آیت میں انسانی زندگی کی درمیانی حالت کو چھوڑ کر انتہا کو لے لیا یعنی مِن شَرِّ مَا خَلَقَ میں ابتداء کو لے لیا اور اس کے بعد درمیانی حالت کو بیان نہیں فرمایا بلکہ انتہا کو لے لیا اور فرمایا مِن شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ کہ وہ ڈوبنے والی اور آنکھوں سے اوجھل ہونے والی چیز جو گڑھے میں چلی جاتی ہے یعنی جب انسان مر جاتا ہے زمین میں دفن ہو جاتا ہے اس وقت کے بد نتائج سے بھی پناہ مانگتا ہوں۔ جس طرح پیدائشی کمزوریوں سے جو میرے لئے روک ہو سکتی تھیں پناہ مانگتا ہوں۔ اسی طرح اس سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ ایسی حالت نہ پیدا ہو جائے کہ میرے مرنے سے ایسے نقائص پیدا ہو جائیں جن سے دین کو نقصان پہنچے یا میرے کام ادھورے رہ جائیں۔ ان کا انجام اچھا ہونے کی بجائے بُرا ہو جائے۔ دنیا میں موتیں کبھی بدیوں کا باعث ہو جاتی ہیں۔ انسان ایک کام پورا نہیں کرنے پاتا کہ مر جاتا ہے۔ بعد میں اس کام سے کوئی نیک نتیجہ نکلنے کی بجائے بُرے نتائج نکلنے لگتے ہیں۔ اسلئے فرمایا دعا کرو۔ کہ مرنے والوں کے ساتھ جو بدیاں تعلق رکھتی ہیں یعنی مرنے کے بعد جو پیدا ہو سکتی ہیں ان سے بھی بچائے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے مجھے یہ خوشخبری دی ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے کاموں کو پورا کرے گا اور میرا انجام نہایت خوشکن ہوگا۔ چنانچہ ۱۹۴۲ء میں اللہ تعالیٰ نے مجھے الہاماً فرمایا:-

مَوْتٌ حَسَنٌ۔ مَوْتٌ حَسَنٌ فِي وَقْتٍ حَسَنٍ کہ جس کی موت بہترین موت ہوگی۔ اور ایسے وقت میں ہوگی جو بہتر ہوگا۔ اس کے معنے ہیں۔ جیسے حسن رضی اللہ کا بروز کہا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری ذات کے ساتھ تعلق رکھنے والی پیشگوئیوں کو پورا کرے گا اور میرا انجام بہترین انجام ہوگا۔ اور جماعت میں کسی قسم کی خرابی پیدا نہ ہوگی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔"

(تفسیر کبیر صفحہ ۵۸۱)

چنانچہ آپؓ کی وفات اور اس کے معاً بعد خلافت ثالثہ کا انتخاب اس عظیم الشان پیشگوئی کی کمال تکمیل کی دلالت کرتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بروح القدس اپنے عہد خلافت کے پہلے خطبہ جمعہ میں اس سلسلہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی ایک اور پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

"حضرت خلیفہ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے بتایا وہ ایک زبردست پیشگوئی تھی کہ ہم تجھے توفیق دیں گے کہ تم جماعت کی تربیت اپنے رنگ میں کر سکو جب تمہیں ہمارا بلاوا آوے تو تمہیں یہ غم اور فکر نہ ہو کہ جب میں اس گھر میں داخل ہوا تھا تو اس وقت بھی ایک فتنہ تھا اور جب میں اس گھر سے جا رہا ہوں تو اس وقت بھی ایک فتنہ چھوڑ کے جا رہا ہوں۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی تھی کہ جب تم اس دنیا کو چھوڑ دو گے تو یہ فتنہ کبھی پیدا نہ ہوگا جس کو تم نے شروع میں دیکھا تھا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں نے اپنا کام دکھایا اور جماعت کو اس طرح متحد و متفق کر دیا کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔"

چنانچہ خلافت ثالثہ کی بیعت کا روح پرور نظارہ جو چند دن پہلے ربوہ میں دیکھا گیا تھا اس پیشگوئی کی مکمل تکمیل کا سچا نقشہ پیش کر رہا ہے۔

گویا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی جس طرح کامیاب تھی اسی طرح آپ کی وفات بھی کامیاب ترین ثابت ہوئی۔ فالحمد للہ۔

درخواست دعا

میں پیٹ میں شدید درد محسوس کر رہا ہوں دل کی دھڑکن اور سر میں چکروں کی وجہ سے اکثر پریشان رہتا ہوں۔ کمزوری بھی بڑھ رہی ہے۔ اب کئی دنوں سے پیٹ میں سخت درد کی تکلیف ہے۔ باوجود علاج معالجہ کے کوئی فائدہ نہیں ہو رہا۔ درویشان قادیان بزرگان جماعت و دیگر احبابوں سے التجا ہے کہ وہ دردِ دل کے ساتھ دعا فرمائیں کہ خداوند کریم کامل شفا بخشے اور دین کی خدمت زیادہ سے زیادہ کرنے کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین
خاکسار محمد لطیف الرحمٰن احمدی پودہ کلاٹ

حضرت مصلح موعودؓ کا اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف ارتفاع

از مکرم مولوی انصار احمد صاحب مولوی فاضل مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کو خدائے بزرگ و برتر سے اطلاع پا کر اپنے آقا و مطاع سید ولد آدم حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت اور آپ کی لائی ہوئی اکمل و اتم شریعت کی حقانیت کے ظہور کے لئے جو پیشگوئی شائع فرمائی وہ مصلح موعود کی پیشگوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پیشگوئی کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک ایسے اولوالعزم اور عظیم الشان صفات والے فرزند ارجمند کے متعلق بشارت دی تھی جو دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر کرنے اور اسلام کو زمین کے کناروں تک پھیلانے والا ہوگا۔ اس کو ایک پاک روح عطا کی جائے گی۔ وہ نور ہی نور ہوگا۔ اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔

آج نہ صرف اپنے بلکہ بیگانے بھی رطب اللسان ہیں کہ اس عظیم الشان پیشگوئی کا ایک ایک لفظ حضرت مصلح موعودؓ کے وجود باجود میں نہایت اتم طور پر پورا ہو چکا ہے۔

حضرت مصلح موعود والی پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جن کلمات الٰہیہ میں ظاہر ہوئی اُن کا ایک نمایاں حصہ الہام الٰہی کے مندرجہ ذیل الفاظ ہیں:۔

"وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔ وکان امرًا مقضیًا۔"

(اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء)

نفسی نقطہ کی طرف ارتفاع

اس حصہ پیشگوئی میں بتایا گیا ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کا نفسی نقطہ بہت بلند اور روحانی نقطہ ہے۔ پہلے لفظ آسمان اور اُٹھائے جانے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ یہ نہیں فرمایا گیا کہ مصلح موعود خود اپنے نفسی نقطہ کی طرف اُٹھے گا بلکہ فرمایا یہ ہے کہ اسے اپنے نفسی نقطہ کی طرف اُٹھایا جائے گا ــ گویا حضرت مصلح موعودؓ کا اپنے نفسی نقطہ کی طرف اُٹھایا جانا غیر معمولی حالات میں ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر خاص کے ذریعہ سے ایسا ہوگا۔ چنانچہ الہامی الفاظ وکان امرًا مقضیًا میں اس بات کی صراحت ہے کہ خدا کا فیصلہ ایک نہ ٹلنے والی حقیقت ہوگا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہاں "نفسی نقطہ آسمان" سے مراد کیا ہے اور اس کی طرف اُٹھائے جانے کے الفاظ کس مفہوم کے حامل ہیں۔ چنانچہ اس بارہ میں خود سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑے پُر لطف انداز میں روشنی ڈالی ہے۔

حضورؑ نے واضح فرمایا ہے کہ "نفسی نقطہ آسمان" سے مراد روحانی علوّ وارتفاع کا مرتبہ ہے جو اہل اللہ میں سے کسی صاحب حال کو عند اللہ حاصل ہو۔ چنانچہ آپ نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف "سرمہ چشم آریہ" میں سید ولد آدم صلے اللہ علیہ وسلم کے انتہائی ارفع و اعلیٰ مقام ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کی تشریح بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ و مقام جس تک رسائی کسی غیر کیلئے ہرگز ممکن نہیں۔ قوس الوہیت اور قوس عبودیت کے مشترک وتر میں اس وسطی نقطہ سے عبارت ہے جو دائرہ قوسین کا نقطہ مرکزی ہے۔ اور حضور کا یہ مقام عند اہل اللہ "نفسی نقطہ احمد مجتبیٰ و محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم" کہلاتا ہے۔ یہ وتر مشترک دوسرے بیشمار نقاط پر مشتمل ہے جو وسطی نقطہ وتر سے فیضیاب ہونے کے باعث دوسرے ارباب صدق و صفا کے نفسی نقطہ ہائے آسمان کا درجہ رکھتے ہیں۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"اب جاننا چاہیئے کہ در اصل قوس الوہیت اور قوس عبودیت کے وتر مشترک میں) اسی نقطہ وسطی کا نام حقیقت محمدیہ ہے جو اجمالی طور پر جمیع حقائق عالم کا منبع و اصل ہے اور در اصل اسی ایک نقطہ سے خط وتر انبساط و امتداد پذیر ہوا ہے۔ اور اسی نقطہ کی روحانیت تمام خط وتر میں ایک ہویت ساریہ ہے۔ جس کا فیض اقدس اس سارے خط کو تعین بخش ہوگیا ہے تمام جن کو متصوفین اسماء اللہ سے بھی تعبیر کرتے ہیں اس کا اوّل اور اعلیٰ مظہر جس سے وہ علی وجہ التفصیل صدور پذیر ہوا ہے یہی نقطہ درمیانی ہے۔ جسے اصطلاحات اہل اللہ میں نفسی نقطہ احمد مجتبیٰ و محمد مصطفیٰ کا نام رکھتے ہیں۔ اور فلاسفہ کی اصطلاحات میں عقل اول کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔ اور اس نقطہ کو دوسرے وتری نقاط کی طرف وہی نسبت ہے جو اسم اعظم کو دوسرے اسماء الٰہیہ کی طرف نسبت واقع ہے۔ غرض سرچشمہ رموز غیبی و مفتاح کنوز لاریبی اور انسان کامل دکھلانے کا آئینہ یہی نقطہ ہے اور تمام اسرار مبدء و معاد کی علت غائی اور ہر ایک زیر و بالا کی لمیت یہی ہے جس کے تصور بالکنہ سے تمام عقول و افہام بشریہ عاجز ہیں۔" (سرمہ چشم آریہ حاشیہ صفحہ ۱۷۱، ۱۷۲)

مندرجہ بالا عبارت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جمیع مخلوقات میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے انتہائی اعلیٰ و ارفع و نہم وادراک سے بالا مقام کی وضاحت فرمائی ہے۔ اور بتایا کہ حضور صلعم کا یہ مقام اہل اللہ کی اصطلاح میں نفسی نقطہ احمد مجتبیٰ و محمد مصطفیٰ کہلاتا ہے۔ اور اسی طرح حضورؐ کی کامل اتباع و فرمانبرداری کی برکت سے دوسرے ارباب صدق و صفا کو تعلق باللہ کے لحاظ سے جو روحانی منصب حاصل ہوتا ہے وہ ان میں سے ہر ایک کا اپنا نفسی نقطہ کہلاتا ہے۔ پس اس وضاحت کی روشنی میں اگر پیشگوئی کے آخری جملہ کو دیکھا جائے تو حقیقت منظر عام پر آجاتی ہے کہ اس میں پسر موعود کے اپنے نفسی نقطہ آسمان سے مراد وہ روحانی مقام ہے جو عند اللہ آپ کو حاصل ہے۔ اور اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف مرتفع ہونے سے مراد یہ ہے کہ جب پیشگوئی مذکورہ کی جملہ علامات ایک ایک کر کے ظہور پذیر ہو جائیں گی اور مصلح موعود کے تمام کارناموں کا دنیا مشاہدہ کر لے گی۔ تو خدائے عزّوجلّ خود اس کا اعلیٰ مقام و رتبہ ظاہر کر دے گا اور بتا دے گا کہ وہ خود ہی مصلح موعود ہے اور خدا کے حضور وہ اس منصب [illegible] پر فائز ہے کہ جس کے فیض و برکت [illegible] ارض میں ایک انقلاب برپا ہو۔

چنانچہ ہوا بھی اسی طرح کہ جب سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے ذریعہ پیشگوئی کی تمام علامات مکمل ہوگئیں تو خدا تعالیٰ نے ۱۹۴۴ء کے شروع میں آپ پر یہ انکشاف فرمایا کہ آپ ہی پیشگوئی مصلح موعود کے حقیقی مصداق ہیں۔ چنانچہ اس خدائی انکشاف کے بعد ہی آپ نے ۱۹۴۴ء کے دوران ہوشیارپور، لاہور، لدھیانہ اور دہلی میں جلسوں کا انعقاد کر کے اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان فرمایا۔

پس نفسی نقطہ روحانی مقام ارتفاع کا نام ہے ہر انسان کا ایک روحانی مقام ہوتا ہے جس طرح فرشتوں میں سے بھی ہر فرشتہ کا ایک مقام ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما منا الا لہ مقام معلوم (الصافات)

انسان کا یہ روحانی مقام اس کا نفسی نقطہ ہوتا ہے گویا یہ اس کی روحانی استعداد کی پہنچ یا پرواز کا نام ہے۔ علاوہ ازیں "نفسی نقطہ آسمان" کے الفاظ میں یہ بات بھی مضمر ہے کہ وہ بڑی لمبی عمر پائے گا۔ اس کی زندگی میں بہت سے فتنے اُٹھیں گے۔ معاندین و مخالفین اس کو ناکام کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگائیں گے۔ قاتلانہ حملے کریں گے۔ مگر خدا تعالیٰ اس کے ذریعہ ان تمام [illegible] کو مٹا دے گا۔ دشمنوں کو ہر مقام پر [illegible] منصوبوں میں ناکام کر کے اس کے مقام اور اس کے درجات کو بلند کرے گا۔ خدا تعالیٰ اسے لمبی اور مبارک عمر دے گا۔ اور بالآخر اس کی طبعی وفات ہوگی۔ کیونکہ نفسی نقطہ آسمان کے ارتفاع کے لئے ضروری تھا کہ آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے لمبی عمر عطا کی جاتی۔ آپ کے روحانی مقام کی برتری کے لئے ضروری تھا کہ خدا آپ کے مخالفین کو ذلت و رسوائی کا منہ دکھاتا اور ان کی ہر کوشش کو خاک میں ملا دے اور ضروری تھا کہ آپ نفسی نقطہ کے ارتفاع کے لئے کہ خدا آپ کو طبعی وفات دے۔

آپکی طویل بیماری کی حکمت

حضورؓ کی آخری عمر میں جب آپ پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ تو آپ صاحب فراش ہو گئے۔ اس موقعہ پر آپ کی طویل علالت۔ بیماری پر کینہ ور مخالفین اور دشمنوں نے مختلف اعتراضات کرنے شروع کر دیئے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ آپ کی طبعی علالت اور طویل بیماری کا بھی آپ کے نفسی نقطہ [illegible] گہرا تعلق ہے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

"علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا"

(بقیہ صفحہ ۱)

تاریخ :-

جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ حضور نے "اسلام میں اختلافات کا آغاز" کے موضوع پر ہسٹاریکل سوسائیٹی اسلامیہ کالج لاہور میں ایک محققانہ لیکچر دیا جس میں آپ نے تاریخ اسلام کے ایک نہایت ہی نازک مسئلہ پر محققانہ بحث کی چنانچہ آپ کی اس تقریر کے بعد صدر جلسہ پروفیسر عبد القادر صاحب ایم۔ اے نے اپنے خیالات کا اظہار جن الفاظ میں کیا وہ درج ذیل ہیں۔

"حضرات! میں نے بھی کچھ تاریخی اوراق کی ورق گردانی کی ہے۔ اور آج شام کو جب میں اس ہال میں آیا تو مجھے خیال تھا کہ اسلامی تاریخ کا بہت سا حصہ مجھے بھی ... ... دانی کر سکتا ہوں۔ لیکن اب جناب مرزا صاحب کی تقریر کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ میں طفلِ مکتب ہوں اور میری علمیت کی روشنی اور جناب مرزا صاحب کی علمیت کی روشنی میں وہی نسبت ہے جو اس لیمپ (جو میز پر تھا) کی روشنی اور بجلی کے لیمپ کی روشنی میں ہے۔"

(الفضل ۸ر مارچ ۱۹۱۹ء)

تاریخ کے علاوہ سیرت نگاری میں بھی حضور کو خاص ملکہ حاصل تھا چنانچہ جہاں آپ کی یہ کتب۔ دنیا کا محسن۔ اسوہ حسنہ۔ نبیوں کا سردار۔ پیارا نبی اور سیرۃ خیر الرسل نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہیں۔ وہاں سیرت مسیح موعودؑ اور حضرت مسیح موعودؑ کے کارنامے نمبر وہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانی زندگی کا خاکہ پیش کرتی ہیں۔

اقتصادیات و معاشیات

حضور نے اپنی متعدد کتب مثلاً زمینداروں کی ... ... کا حل۔ اسلام اور ملکیت زمین۔ نظام نو اور اسلام کا اقتصادی نظام وغیرہ کے ذریعہ اس موضوع پر سیر کن بحث کی۔ مثال کے طور پر آپ کا لیکچر۔ اسلام کا اقتصادی نظام جو حضورؓ نے احمدیہ ہوسٹل لاہور میں ۲۶ر فروری ۱۹۴۵ء کو مختلف مذاہب کے معزز اور تعلیم یافتہ لوگوں کے سامنے ارشاد فرمایا۔ اور جس میں کمیونزم کے نظام اور اسلام کے پیش کردہ نظام پر مدلل بحث کرتے ہوئے ثابت کیا کہ اسلام نے دنیا کے سامنے جو نظام پیش کیا ہے اُس پر عمل کر کے ہی دنیا میں حقیقی امن کی بنیاد پڑ سکتی ہے۔ چنانچہ مسٹر رامچندر کھنہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور نے جو اس جلسہ کے صدر تھے۔ حضور کے فاضلانہ لیکچر کے بعد آپ کو ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا:۔

"میں اپنے آپ کو بہت خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ مجھے ایسی قیمتی تقریر سننے کا موقعہ ملا۔ اور مجھے اس بات سے خوشی ہے کہ تحریکِ احمدیت ترقی کر رہی ہے۔ اور نمایاں ترقی کر رہی ہے۔ جو تقریر اس وقت آپ نے سُنی ہے اُس کے اندر نہایت قیمتی اور نئی نئی باتیں حضرت امام جماعت احمدیہ نے بیان فرمائی ہیں۔ مجھے اس تقریر سے بہت فائدہ ہوا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں نے بھی ان قیمتی معلومات سے فائدہ اُٹھایا ہوگا ....

.... یہ میری غلطی تھی کہ اسلام اپنے قوانین میں مسلمانوں کا ہی خیال رکھتا ہے غیر مسلموں کا کوئی خیال نہیں۔ مگر آج حضرت امام جماعت احمدیہ کی تقریر سے معلوم ہوا کہ اسلام تمام انسانوں میں مساوات کی تعلیم دیتا ہے۔"

(دیباچہ اسلام کا اقتصادی نظام)

اسی طرح باقی علوم کے بارے میں بھی حضورؓ کی علمی قابلیت اور رفعت کا یہی حال تھا۔ مگر جگہ کی قلت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ اُن کا ذکر کیا جائے۔ لہٰذا اسی پر اکتفا کرتا ہوں نیز

داماںِ نگہ تنگ و گلِ حسن تو بسیار

پھر بھی مذکورہ چند مثالوں سے اس بات کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ کہ "وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔" آپ کے ذریعہ کس آب و تاب کے ساتھ پورا ہوا۔ ایک لمبا عرصہ پہلے اور غیر معمولی حالات میں یہ کہہ دینا کہ یوں ہوگا اور پھر اُسی کے مطابق ہو جانا یہی وہ امور ہیں جو خدا کی ہستی کو ثابت کرنے والے ہوتے ہیں۔ مصلح موعودؓ کا وجود بھی خدا تعالیٰ کی ہستی کا ایک زندہ نشان ہے۔ اور اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ وہ اپنے بندوں سے اب بھی بولتا ہے۔ اور ان کی دعاؤں کو سنتا ہے ... قبولیت کے نشان دکھاتا ہے۔!!

اللّٰھم صلِّ علیٰ محمدٍ وعلیٰ آلِ محمدٍ وبارِک وسلِّم انک حمیدٌ مجیدٌ ۔

لازمی چندہ جات کی فرضیّت

یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ چندہ عام حصۂ آمد اور چندہ جلسہ سالانہ جماعتی طور پر لازمی اور ضروری چندے ہیں اور سب سے مقدم ہیں۔ کیونکہ اُن کی بنیاد سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکھی ہے۔ اور ان میں باقاعدگی کے لئے حضور تاکید کرتے ہوئے یہاں تک فرماتے ہیں کہ:۔

"جو شخص تین ماہ تک چندہ ادا نہ کرے گا اس کا نام سلسلۂ بیعت سے کاٹ دیا جائے گا۔ اور اس کے بعد کوئی مغرور اور لاپرواہ جو انصار میں داخل نہیں اس سلسلہ میں ہرگز نہ رہ سکے گا!"

گویا تین ماہ تک چندہ نہ دینے والے کے متعلق حضور کا اس قدر سخت انذار ہے کہ وہ سلسلۂ بیعت سے کٹ جاتا ہے۔ یہ جائیکہ جو شخص اس سے زیادہ کئی ماہ یا کئی سال سے چندہ کا تارک یا بقایا دار ہو ہر ایسا شخص اپنے متعلق خود غور کر سکتا ہے۔ ظاہری طور پر اگر کوئی شخص جماعت سے خارج نہ بھی ہو لیکن خدا تعالیٰ کے حضور اس کوتاہی کی پاداش میں اس کا نام سلسلہ بیعت سے کٹ جائے تو یہ امر اس کے لئے ارشادِ خداوندی خسر الدنیا والآخرۃ کے مطابق سخت نقصان اور خسران کا موجب ہے۔

اس کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رسالہ "الوصیت" میں جماعت کو تقوی اللہ اور مالی قربانی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایک منافق جس نے دنیا سے محبت کر کے اس حکم کو ٹال دیا۔ وہ عذاب کے وقت آہ مار کر کہے گا کہ کاش میں تمام جائداد کیا منقولہ اور کیا غیر منقولہ خدا کی راہ میں دے دیتا اور اس عذاب سے بچ جاتا۔"

پس حضور کے اس ارشاد سے بھی واضح ہے کہ جو لوگ مال کی محبت کی وجہ سے مالی قربانی میں دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے وعدہ بیعت کو بھلا دیتے ہیں۔ اُن کو وہ مال و دولت جس کی خاطر اس عہد کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے۔ نجات بالکل نہ دلا سکے گا۔ بلکہ یہی مال اسکے لئے عذاب کا ذریعہ بن جائے گا۔ گو یہ درست ہے کہ اس وقت جماعت کے سامنے مستقل چندوں کی تحریکات بھی ہیں۔ اور یہ طوعی چندے خدا تعالیٰ کے خاص فضلوں کے جاذب بن سکتے ہیں۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ لازمی چندوں کو ہی فرضیت حاصل ہے۔ جو کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے چلی آرہی ہے۔

پس ان لازمی چندوں کا تارک یقیناً خدا تعالیٰ کے حضور جوابدہ ہوگا۔ لازمی چندوں کی فرضیت کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ

"تحریک جدید کو ہم کتنی ہی ضروری قرار دیں یہ لازمی بات ہے کہ اگر اس تحریک کا اثر پہلے کاموں کے خلاف پڑے تو پھر بھی اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم ہر دلعزیز والا کام کریں تو سلسلہ کو بجائے فائدہ کے نقصان پہنچاتے رہیں گے۔"

مندرجہ بالا ارشادات کے پیش نظر احباب کرام اور عہدیداران جماعت کا فرض ہے کہ اس کے مطابق ان چندوں کی ادائیگی اور فراہمی کے لئے پوری توجہ اور کوشش سے کام لیں۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جملہ احباب جماعت کو اپنی مالی ذمہ داری صحیح طور پر پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور سب کا حافظ و ناصر رہے۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان

خط و کتابت کرتے وقت ...

خبریں

نئی دہلی ۷ فروری۔ آج انڈین ایئر لائینز کا مسافر ہوائی جہاز جو سرینگر سے دہلی آرہا تھا سری نگر اور جموں کے درمیان گم ہو گیا۔ ہوائی جہاز سرینگر سے ۱۱ بجے صبح روانہ ہوا اور اس کے دوپہر کو جموں کے ہوائی اڈہ پر اترنے کی امید تھی۔ لیکن جہاز سے رابطہ ٹوٹ گیا اور ابھی تک اس کا کچھ پتہ نہیں چل سکا۔ جہاز میں کل ۲۲ مسافر سوار تھے۔ ان میں سے ۲۳ جموں میں ۳ امرتسر میں اور ۶ دہلی میں اترنے تھے۔ جموں وکشمیر کے مکتبہ منتری مسٹر صادق نے بھی اسی جہاز میں جموں سے دہلی تک سفر کرنا تھا مسافروں میں ۲ غیر ملکی سوار تھے۔ ان میں اتحادی مسیحی کے مسٹر جان نیمسن جو سویڈن کے رہنے والے تھے اور جرمن سفارت خانہ کے مسٹر ریبو کرٹ ال تھے۔ ان کے علاوہ جہاز میں جموں وکشمیر سرکار کے چند اعلیٰ افسر بھی سوار تھے پولیس اور فوجی بانہال ٹنل کے دونوں طرف جہاز کی کھوج کر رہے ہیں۔

نئی دہلی ۷ فروری۔ جے پور میں ۱۰ فروری کو شروع ہونے والے کانگرس سیشن کے لئے کئی ممبروں نے غیر سرکاری پرستاؤ پیش کئے ہیں جن کا تعلق غذا، خارجہ امور اور فیملی پلاننگ سے ہے۔ آل انڈیا کانگرس کے ۱۴ ممبروں نے غذائی مسئلہ کے بارے میں جو پرستاؤ پیش کیا ہے۔ اس میں مرکزی وزارت خوراک و زراعت کی غذائی پالیسی کو منفی اور وطن دشمن قرار دیا گیا ہے۔ اور مانگ کی گئی ہے کہ غذائی خطے ختم کئے جائیں انہوں نے قانونی راشن بندی اور اناج کی سرکاری خرید جاری رکھنے کی بھی مانگ کی ہے۔ کانگرس پارلیمنٹری پارٹی کے سیکرٹری شری بھبوتی مشرا نے ایک پرستاؤ میں پلاننگ کو خامی پر نکتہ چینی کی جس کی وجہ سے خوراک میں آتم نربھرتا نہیں ہو سکتی۔

واشنگٹن ۷ فروری۔ صدر جانسن نے اعلان کیا ہے کہ امریکہ کو ویتنام میں مضبوطی سے قدم جمائے رکھنا چاہئے۔ بصورت دیگر اسے کسی دوسرے علاقہ میں کمیونزم کے خلاف ایک نئی جنگ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے صدر جانسن جو جنوبی ویتنام کے سربراہ لیفٹیننٹ جنرل تھیو اور وزیر اعظم مسٹر کاؤ کا استقبال کرتے ہوئے تقریر کر رہے تھے انہوں نے مزید کہا کہ اگر ہم کمیونسٹوں کو جنوبی ویتنام میں فتح حاصل کرنے کی اجازت دیدیں تو کمیونسٹوں کے لئے دنیا کے مزید حصوں میں دوسرے [illegible] پر قبضہ کرنا زیادہ آسان ہو جائے [illegible] ایک بار [illegible]

مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا نفسی نقطہ کی طرف ارتفاع

(بقیہ صفحہ ۱۴)

فرماتے ہیں۔

ان العبد اذا سبقت لہ من اللّٰہ منزلۃ لم یبلغھا بعملہ ابتلاہ اللّٰہ فی جسدہ او مالہ او فی ولدہ ثم صبرہ علیٰ ذالک حتی یبلغہ منزلۃ التی سبقت لہ من اللّٰہ رواہ احمد و ابو داؤد۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب عیادۃ المریض)

یعنی جب کسی بندہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور ایسا اعلیٰ مرتبہ مقدر ہوتا ہے کہ وہ اس مرتبہ کو محض اپنے عمل سے نہ حاصل کر سکتا ہو تو اسکے جسم یا مال یا اس کی اولاد کے سلسلہ میں ابتلاء آتا ہے اور پھر اس ابتلاء و تکلیف پر اسے صبر کی توفیق عطا فرماتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے اسکے مقدر مرتبہ تک پہنچا دیتا ہے

پس سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل بیماری میں بھی متعدد حکمتیں تھیں۔ جو اپنے وقت پر ظہور پذیر ہوتی رہیں۔ ان حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی تھی۔ کہ اس لمبے ابتلاء پر صبر کرنے کے باعث رب العزت آپ کو آپ کے نفسی نقطہ یا بلند روحانی مقام تک پہنچانا چاہتا تھا۔ جیسے کہ مذکورہ بالا احادیث میں سے پہلی حدیث نبوی میں نمایاں صراحت موجود ہے — گویا مصلح موعود والی پیشگوئی میں جہاں ایک طرف اس دور ابتلاء کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے اور اس کے نتیجہ میں حضرت مصلح موعود کے نفسی نقطہ کی طرف اٹھائے جانے کا ذکر موجود ہے وہاں دوسری طرف عمر کی درازی اور دشمنوں کی ناکامی اور اس کے باعث بڑھنے والے روحانی مقام و ارتفاع بھی مضمر ہے۔ گویا یہ دور ابتلاء بھی صبر و شکر کے اعلیٰ وصف

بھی کے باعث مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی ایک دلیل صداقت ہے۔ اور تدبر سے کام لینے والوں کے لئے ایک کھلا نشان۔

مخلصین جماعت کو اس موقعہ پر صدقہ و خیرات کی توفیق کے علاوہ دردمندانہ تضرعات خشوع و خضوع اور سوز و گداز سے بھری ہوئی دعاؤں کا موقعہ ملا۔ دنیا بھر کے احمدیوں نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی کامل شفا و صحتیابی کے لئے دعائیں کیں۔ حضور رضی اللہ عنہ کے مراتب کی بلندی اور آپ کے فیوض و برکات کے دوام کے لئے بارگاہ رب العزت میں دست بدعا رہے۔ یہ جملہ امور مل کر حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو نفسی نقطہ کے اعلیٰ مراتب پر لے جا رہے تھے۔

ایک عظیم الشان نشانِ آسمانی

(بقیہ صفحہ ۲)

ان سب باتوں پر یکجائی نظر کریں۔ پھر دیکھیں کہ یہ سب اسباب جو چندہ دینے والوں، چندہ کا روپیہ روانہ کرنے پر اہتمام کرنے، مرکز میں بھیجنے والوں اور پھر خدمت دین کے لئے زندگی وقف کر کے بیرونی ممالک میں چلے جانے والے مجاہدین کے ذریعہ پیدا ہوئے کیا کسی انسان کی طاقت میں تھا کہ ایسا کر سکتے ہزار دل ہزار افراد کے دلوں کو ایک شخص کی طرف پھیر دے۔ بلاشبہ یہ خدا تعالیٰ کی قدرت سے تھا۔ اور اسی لئے ہوا کہ خدا تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر رکھا تھا کہ مصلح موعود کے ذریعہ نہایت وسیع پیمانہ پر دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن تھا کہ حضرت مصلح موعود کے ساتھ مقدسین کی ایک جماعت دین کی اس نمایاں خدمت کے لئے آگے آگے اور کام زیادہ سہولت اور تیز رفتاری سے چلے کیونکہ بشری تقاضا کے تحت ایک انسان محدود طاقتیں رکھتا ہے ناممکن ہے کہ ایک شخص کروڑوں اور اربوں کی آبادی تک بذاتِ خود پہنچ سکے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے ایک طرف تو حضرت مصلح موعود کے دل میں تبلیغ اسلام کا غیر معمولی جذبہ پیدا فرما دیا۔ اسی کے تحت آپ نے اپنی جماعت کے افراد کو اس خدمت کے لئے بلایا تو دوسری طرف کلام اللہ کے ایسے حقائق و معارف سے وافر حصہ عطا فرمایا جس کی زمانہ کو ضرورت تھی۔ چنانچہ اس وقت جبکہ دنیا کی توجہ اندر ہی اندر مادیت سے ہٹ کر روحانیت کی طرف پھر رہی ہے اسباب کی بڑی ضرورت تھی کہ ایسے متلاشیان کو روحانیت کے مصفّیٰ چشمے کی طرف راہنمائی کی جاتی سو الحمد للہ کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی قیادت اور راہنمائی میں بیرونی ممالک کے لوگوں کے لئے ان کی اپنی زبان میں کلام اللہ کے تراجم شائع کرنے کا انتظام شروع ہو گیا اور اب تک خدا تعالیٰ دنیا کی متعدد مشہور زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع کئے جا چکے ہیں۔ جوں جوں یہ پروگرام وسیع ہوتا جائے گا۔ ہر ملک کے باشندوں کے لئے اپنی ہی زبان میں قرآن کریم کے معانی اور مطالب سمجھنے کی سہولت ہو جائے گی۔ اس طرح ان کے ذاتی مطالعہ سے ان سب لوگوں پر دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر ہو گا جو مصلح موعود کے عظیم الشان نشان آسمانی کے ظہور کا منشاء مقصود ہے!!